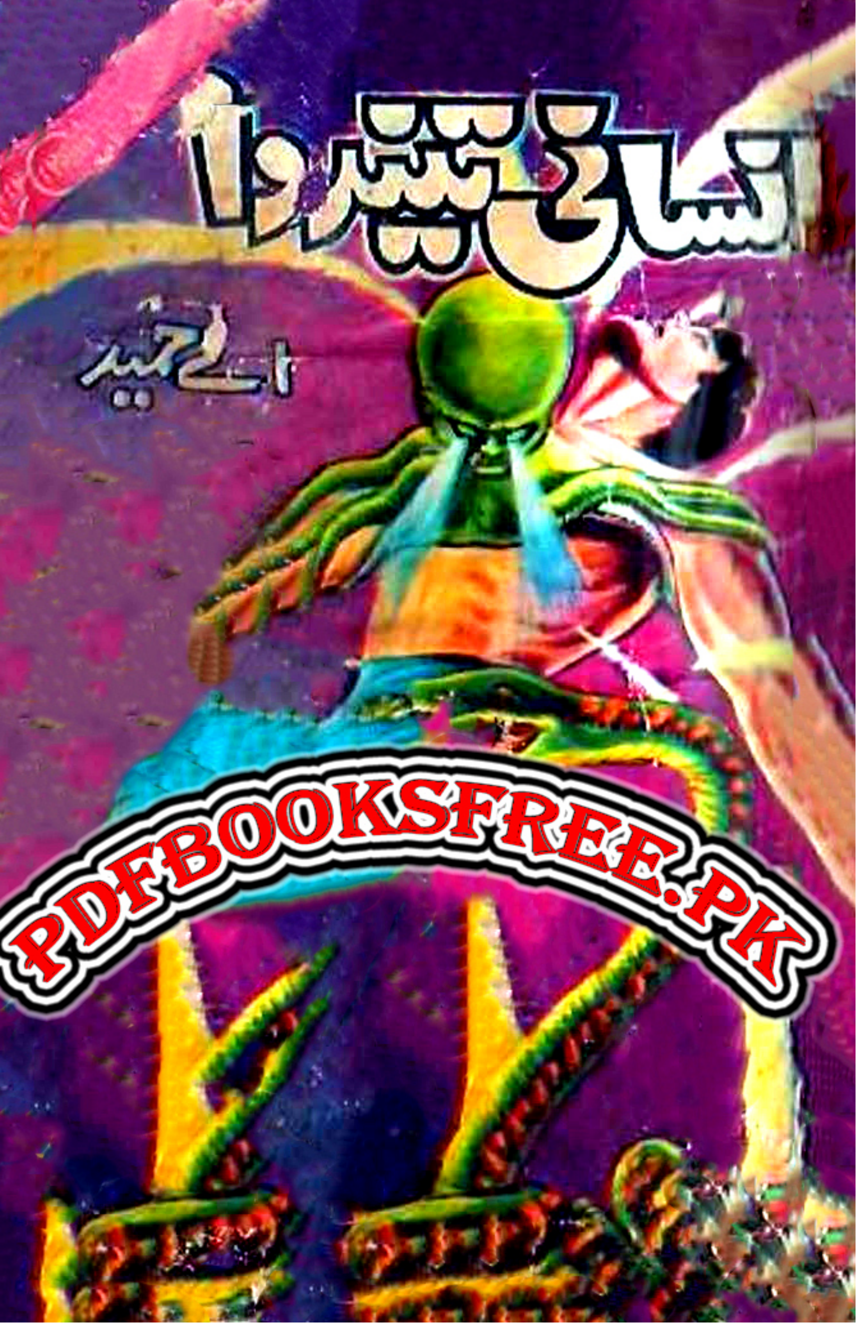
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

انسانی تیندوا
آخری چیخ
راکٹ پھٹ گیا
ماریا ماڈل ٹاؤن میں
ناگ پھنس گیا

شمع ادب
GUJRANWALA

انسانی تیندوا

عنبر بڑے غور سے اس عجیب شے کو دیکھنے لگا۔

ٹیلے کے شگاف کی سبز روشنی میں سے ایک چھ فٹ لمبا انسانی جسم آہستہ آہستہ چلتا باہر نکلنے لگا۔ عنبر ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔ انسانی جسم کسی مشین کی طرح رک رک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ یہ جسم کسی انسان کا زندہ جسم نہیں ہے بلکہ کوئی مشینی انسان ہے کیونکہ اب اس مشینی روبوٹ کا سر نظر آیا جو چوکور تھا۔ لمبی ٹانگیں بھی چوکور تھیں۔ یہ مشینی انسان کسی ایسی دھات کا تھا کہ اس میں سے سبز روشنی کی شعاعیں نظر آ رہی تھیں اس کے دونوں بازو آگے کو اٹھے ہوئے تھے۔

اس کا رُخ اس چٹان کی طرف تھا جس کے پیچھے عنبر چھپا تھا۔ عنبر وہاں سے بھاگنے کی سوچ رہا تھا کہ اچانک اس مشینی انسان کے ہاتھ سے ایک سبز باریک سی شعاع پستول کی گولی کی طرح نکل کر عنبر کے بالکل قریب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

[illegible] بھاری چٹان ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور عنبر اچھل کر دس گز دور جا گرا۔ وہ اٹھ کر ایک طرف کو دوڑا کہ مشینی آدمی کی دوسری شعاع عنبر کے پاؤں کے قریب زمین سے ٹکرائی اور دھماکے کی آواز کے ساتھ وہاں گہرا شگاف پڑ گیا۔ اور عنبر اسی میں منہ کے بل گر پڑا۔

عنبر اچھل کر گڑھے سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مشینی انسان عنبر کے سر پر پہنچ گیا۔ اور گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر اپنا لوہے کا سر جھکا کر نیچے تکنے لگا۔ عنبر سمجھ گیا کہ ابھی اس کے ماتھے سے شعاع کا فائر ہو گا۔ اور خدا جانے پھر عنبر کے جسم کے کتنے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر مشینی انسان نے ایسا نہ کیا۔ اس نے اپنے بازو نیچے کیے۔ ہلکی گرڑ گرڑ کی آواز کے ساتھ مشینی انسان کے بازو لمبے ہونے لگے۔ وہ نیچے کی طرف آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ عنبر کے سر پر پہنچ گئے

پھر مشینی ہاتھوں نے عنبر کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔ عنبر نے اپنے جسم کی پوری طاقت کے ساتھ نکلنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ اسے محسوس ہوا کہ اس کی طاقت جواب دے رہی ہے۔ مشینی ہاتھوں نے اسے اوپر اٹھا لیا۔ پھر اس کے بازو آہستہ آہستہ اوپر کو سمٹنے لگے۔ عنبر کو مشینی انسان نے ایک نیم بے ہوش بلی کی طرح اپنے آہنی پنجے میں اٹھایا اور

آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا واپس ٹیلے کے شگاف کی طرف چلنے لگا۔

عنبر اس کے آہنی ہاتھوں میں اس طرح سے جکڑا ہوا تھا کہ اس کے پاؤں نیچے لٹک رہے تھے۔ مشینی انسان کا جسم لوہے کی طرح ٹھنڈا تھا۔ مگر عنبر کو اس کے جسم کی دھات میں سے کرنٹ کی ہلکی ہلکی لہریں نکل کر اپنے جسم میں جذب ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

مشینی آدمی عنبر کو لے کر ٹیلے کے شگاف میں داخل ہو گیا۔

سبز روشنی اس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ ٹیلے میں آگے جا کر ایک گول کمرہ آ گیا ہے جس کے درمیان ایک لفٹ کھڑی ہے۔ مشینی آدمی لفٹ کے قریب پہنچا تو اس کا دروازہ اپنے آپ پرے ہٹ گیا۔ مشینی آدمی عنبر کو جکڑے لفٹ میں داخل ہو گیا۔ لفٹ کا دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ اور پھر وہ اتنی تیزی سے نیچے زمین کے اندر اترنے لگی کہ عنبر کو محسوس ہوا کہ وہ کسی کنوئیں میں گر رہا ہے۔ پھر لفٹ رک گئی۔

دروازہ کھلا تو سامنے ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا جس کی دیواروں پر عجیب عجیب قسم کے جانوروں اور درندوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی شکلیں ابھری ہوئی تھیں۔ کمرے کے درمیان میں شیشے کا ایک گول سلنڈر فرش سے چھت تک چلا گیا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ شیشے کی الماری کھڑی تھی۔

مشینی آدمی نے عنبر کو شیشے کی الماری میں بند کر دیا۔ اور خود فرش پر آہستہ آہستہ رُک رُک کر قدم اُٹھاتا لفٹ کے ذریعے واپس چلا گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ شیشے کی الماری میں سے بجلی کرنٹ کی ہلکی ہلکی لہریں نکل کر اس کے جسم سے ٹکرا رہی تھیں۔ ان لہروں کی وجہ سے عنبر کا جسم کمزور پڑ گیا تھا اور وہ اپنے اندر اتنی طاقت نہیں پاتا تھا کہ الماری کو توڑ سکے۔

ہال کمرے میں ہلکی سبز روشنی پھیلی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ خدا جانے عنبر کو شیشے کی الماری میں کھڑے کتنی دیر ہو گئی تھی کہ کمرے کے درمیان میں جو شیشے کا گول اور کافی بڑا سلنڈر فرش سے چھت تک چلا گیا تھا اس میں روشنی پھیلنے لگی۔ اس روشنی کا رنگ بھی ہلکا سبز تھا۔ عنبر کو کسی مشین کے چلنے کی دھیمی دھیمی آواز آئی۔ عنبر کی آنکھیں سلنڈر پر لگی تھیں۔ سلنڈر میں اوپر سے دو انسانی تیندوے نیچے اُترنے لگے۔ ان کے زرد رنگ کے گول سر بہت بڑے تھے۔ آنکھیں اور ناک کی چھوٹی سی چونچ

بھی زرد تھی اور گول سر کے نیچے انسانی دھڑ نہیں تھا۔ بلکہ سانپوں کی طرح کی چھ زرد زرد لمبی ٹانگیں لہرا رہی تھیں۔ یہ انسانی تیندوے تھے۔ اور انہیں دیکھ کر خوف آتا تھا۔ دونوں انسانی تیندوے سلنڈر کے نیچے آئے تو سلنڈر کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔

انسانی تیندوے سلنڈر سے باہر آ گئے۔ وہ فرش پر بالکل چپٹے ہو کر اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کے گول زرد تیندوے ایسے سر فرش پر بڑی کھوپڑیوں کی طرح ٹکے تھے اور زرد لمبی سانپ ایسی ٹانگیں یا بازو فرش پر سانپ کی طرح لہرا رہے تھے۔

عنبر کو وحشت ہونے لگی کہ یا خدا یہ کیا بلائیں ہیں۔ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والی ہیں۔ پاس میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکتا۔ ایک تیندوے نے کھوپڑی اُٹھا کر اس الماری کی طرف دیکھا جس میں عنبر بند تھا۔ انسانی تیندوے کی آنکھوں سے ایک شعاع نکل کر الماری پر پڑی۔ الماری کھل گئی اور عنبر لکڑی کے تختے کی طرح دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ اب اسے محسوس ہوا کہ وہ اپنا جسم ہلا جلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں گھما کر دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں انسانی تیندوے منہ سے سسکاروں کی آوازیں نکالتے اپنے سانپ ایسے بازو فرش پر لہراتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب قریب آئے تو عنبر کو کرچ کرچ کی عجیب وحشت ناک آوازیں آنے لگیں۔ عنبر نے بہت کوشش کی کہ اپنے بازوؤں کو اٹھا کر ان کا مقابلہ کرے۔ مگر وہ اپنے بازو ذرا بھی نہ ہلا سکا۔

اتنے میں انسانی تیندوں نے لجلجے سانپ ایسے بازو اس کے جسم پر ڈال دیئے۔ عنبر کو بجلی کے کرنٹ کے ہلکے ہلکے جھٹکے لگنے لگے۔ پھر انہوں نے اپنی زرد رنگ کی بڑی بڑی کھوپڑیوں کے منہ عنبر کی گردن کے ساتھ لگا دیئے۔ عنبر کو یوں لگا جیسے کسی نے باریک باریک کتنی ہی سوئیاں اس کی گردن میں چبھو دی ہیں۔ وہ چیخ مارنا چاہتا تھا لیکن اس کی آواز گلے میں ہی پھنس کر رہ گئی۔ انسانی تیندوے جیسے عنبر کے جسم کا خون پی رہے تھے۔

عنبر کا ذہن برابر کام کر رہا تھا۔ اس کی قوت ارادی یعنی ارادے کی طاقت باقی تھی۔ اس نے اپنی قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اپنے جسم کو پتھر بنا لیا۔ اچانک انسانی تیندوں نے اپنے منہ پیچھے کر لیے۔ کرچ کرچ کی آوازیں نکال کر جیسے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ اس

انسان کے جسم کا خون کہاں چلا گیا ہے؟

انسانی تیندوں نے اپنے سانپ ایسے بازو بھی عنبر کے جسم سے ہٹا لیے تھے۔ وہ اپنی زرد کھوپڑیاں فرش سے ایک فٹ اوپر اٹھائے اپنے لمبے لمبے سانپ ایسے بازوؤں کی مدد سے رینگتے ہوئے واپس سلنڈر میں چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی سلنڈر کا دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ دونوں انسانی تیندوے اوپر اٹھنے لگے یہاں تک چھت کے ساتھ جا کر غائب ہو گئے۔ سلنڈر کی روشنی بھی ان کے جانے سے بجھ گئی۔ عنبر ایک دفعہ پھر بے بسی کی حالت میں الماری میں کھڑا تھا۔

عنبر سوچنے لگا اگر وہ اپنے جسم کو پتھر نہ بنا لیتا تو خدا جانے اس کا کیا حشر ہوتا۔ اسے اپنے بدن میں کچھ کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ یہ کرنٹ کی ان ہلکی ہلکی لہروں کا اثر تھا۔ جو اس کے جسم میں داخل ہو رہی تھیں۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ عنبر کو کچھ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چھوٹے چھوٹے قدموں کی چاپ تھی۔ عنبر نے نگاہیں گھما کر دیکھا کہ الماری کے پیچھے دیوار کے ایک سوراخ میں سے دو ننھے سے بونے انسان نکل کر اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چہروں پر داڑھی مونچھیں بھی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر قد چھ سات برس کے لڑکوں جتنے تھے۔ دونوں نیلے بونے عنبر کی الماری کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے وہ اپنی زبان میں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ ان کے الفاظ عنبر کے کانوں میں نہیں پڑ رہے تھے۔ صرف سرگوشیوں کی آواز ہی آرہی تھی

پھر ایک بونے نے الماری کے پیچھے جا کر کسی بٹن کو دبا دیا۔ الماری کا دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی دوسرے بونے نے عنبر سے کہا۔

"کیا تم ہماری زبان سمجھ لیتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں"

دوسرا بونا بولا۔

"آہستہ باہر نکل آؤ"

عنبر نے کہا۔

"مجھے اپنے اندر اتنی طاقت محسوس نہیں ہو رہی"

پہلے بونے نے اپنی نیلی جیکٹ میں سے ایک چھوٹی سی نیلے رنگ کی سوئی نکالی۔ اور اسے عنبر کی پنڈلی میں چبھو دیا۔ عنبر نے اپنا جسم نرم کر لیا تھا۔ سوئی چبھتے ہی عنبر کو اپنی طاقت واپس آتی محسوس ہوئی۔ وہ الماری سے

نکل کر باہر آگیا۔ بونوں نے عنبر کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ عنبر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا ایک بونے نے دیوار کے پاس جا کر خفیہ بٹن دبا دیا۔ دیوار میں دروازہ کھلا اور بونے عنبر کو ساتھ لے کر اندر چلے گئے۔ یہ ایک چوکور کمرہ تھا جس میں دو اور بونے دیوار کے ساتھ لگے بیٹھے تھے۔

عنبر نے پوچھا

"تم لوگ اس سیارے کے رہنے والے ہو کیا؟"

بونا ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔

"پہلے تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔ پھر تم سے باتیں ہوں گی"

عنبر نے کہا کہ ہو سکتا ہے انسانی تینوں سے وہاں بھی آجائیں۔

بونا بولا

"ہم نے سارا ماجرا دیکھ لیا ہے۔ لگتا ہے تمہارے جسم کا خون انہیں پسند نہیں آیا۔ اور ان کے دانت کھٹے ہو گئے ہیں۔ اب وہ کم از کم تین دن تک تمہاری الماری کے پاس نہیں آئیں گے۔ یہ بتاؤ کہ تم نظام شمسی کی زمین کے سیارے کے رہنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ بے ہو نا؟"
عنبر نے پوچھا۔
"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"
بونا کہنے لگا۔

"ہم جس سیارے سے اغوا کر کے یہاں لائے گئے ہیں۔ وہاں تمہاری زمین کی ایک لڑکی ہمارے پاس قید ہے۔ جس کا نام کیٹی ہے۔ اسے ہمارے سائنس دان تمہارے نظام شمسی کے سیارہ زمین کے ایک جزیرے سے اغوا کر کے لائے تھے۔ وہ قد میں تمہاری طرح اونچی اور لمبی ہے۔"

عنبر چونک اٹھا۔

"کیا کیٹی تمہارے سیارے میں قید ہے؟"
"تم اسے جانتے ہو؟" دوسرے بونے نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

"وہ میری بہن ہے۔ کیا وہ تمہارے سیارے میں قید کر دی گئی ہے؟"
تیسرا بونا کہنے لگا۔

"وہ قید نہیں ہے۔ مگر نظر بند ضرور ہے۔ ہمارے سیارے پر سب لوگوں کے قد چھوٹے چھوٹے ہیں۔ کیٹی کو اس لیے اغوا کر کے لایا گیا تھا کہ اس کے جسم سے قد بڑھانے والے جین نکال کر ہمارے سیارے کی عورتوں کے جسم میں داخل کیے جائیں تاکہ ان کے بچے لمبے قد کے پیدا ہوں۔"
عنبر نے تشویش سے پوچھا۔
"کیٹی خیریت سے تو ہے؟"
چوتھے بونے نے کہا۔
"وہ تو خیریت سے ہے۔ کیونکہ جتنے جین ہمارے سائنس دان اس کے جسم سے نکال لیتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے کے بعد اتنے ہی جین اس کے جسم میں دوبارا پیدا ہو جاتے ہیں۔"
عنبر نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر کہا۔
"تم لوگ یہاں کیوں قید ہو۔ اور مجھے یہاں کس لیے قید کیا گیا ہے؟ کیا یہ انسانی تیندوے تمہارے بھی جسم کا خون پیتے ہیں؟"
پہلا بونا کہنے لگا

سنو بات۔ ان تمیندوں کی مرغوب غذا انسانی خون ہے۔ ہمارا سیارہ ان کے بالکل قریب واقع ہے۔ ان کا مشینی آدمی ایک راکٹ میں بیٹھ کر ہر سال ہمارے سیارے پر حملہ کرتا ہے اور وہاں سے چار بونے اغوا کر کے لے آتا ہے پھر یہ انسانی تمیندوے ان کا خون پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک سال کے اندر اندر ہمارے جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں۔ اور ہمارے اندر خون بند ہو جاتا ہے۔ پھر یہ انسانی تمیندوے ہم بونوں کی ہڈیاں کھا جاتے ہیں۔ اور ہمارے سیارے سے تازہ چار بونے اغوا کر کے لے آتے ہیں۔ تم بدقسمتی سے یہاں پہنچ گئے۔ تو مشینی انسان نے تمہاری موجودگی محسوس کر لی اور تمہیں اغوا کر کے یہاں لے آیا۔ اگرچہ تمہارا خون انہیں راس نہیں آیا۔ مگر وہ تمہیں ایسے انجکشن لگائیں گے کہ تمہارا خون میٹھا ہو جائے گا۔"

عنبر نے انہیں یہ نہ بتایا کہ اس کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ جس وقت چاہے اپنے جسم کو پتھر بنا سکتا ہے۔ اس نے کہا۔

"کیا تم حوصلہ ہار کر بیٹھ گئے ہو؟ کیا تم یہاں سے فرار نہیں ہونا چاہتے؟"

بونے آہیں بھرنے لگے۔ ایک بونا بولا۔

"بھائی یہاں سے فرار ناممکن ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔

"کیا ان کے پاس کوئی راکٹ یا اڑن طشتری نہیں ہے؟"

دوسرے بونے نے کہا۔

"نہیں ——— صرف مشینی آدمی کے پاس ایک راکٹ ہے۔ جس پر سوار ہو کر وہ ہر سال بونوں کو اغوا کرنے ہمارے سیارے پر جاتا ہے۔ وہ انسانی تمیندوے اس مشینی آدمی کو کنٹرول کرتے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"میرے دوستو! اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ وہ راکٹ کہاں ہے تو میں تم لوگوں کو یہاں سے نکال کر تمہارے سیارے ——— تک پہنچا سکتا ہوں۔"

چاروں بونے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"عنبر۔" عنبر نے آہستہ سے کہا۔

بونا بولا۔

"عنبر بھائی! تم کو یہاں ویسے مرتے مرتے ایک عرصہ لگ جائے گا۔ اگر تم وقت سے پہلے مرنا چاہتے ہو تو یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر کے دیکھ لو۔"

اب عنبر کے لیے ان بونوں پر اپنی غیر معمولی طاقت کو ظاہر کرنا ضروری ہو گیا تھا تاکہ ان لوگوں کا تعاون حاصل ہو سکے۔ عنبر کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی غیر معمولی طاقت اس کے جسم میں واپس آ گئی ہے۔ عنبر نے ان بونوں پر اپنی طاقت کا راز فاش کیا تو پہلے تو انہیں یقین نہ آیا۔ اور وہ بچوں کی طرح ہنسنے لگے۔ مگر جب عنبر نے انہیں دیوار کے ایک بڑے پتھر کو محض ایک مکا مار کر توڑ کر دکھایا تو بونے ہکے بکے ہو کر رہ گئے۔

ان میں سے جو بزرگ بونا تھا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا۔

"عنبر تمہاری طاقت انسانی تیندوے نے زائل کر دی تھی۔ الارم کی لہروں اور مشینی آدمی کے جسم سے نکلتی شعاعوں کا اثر تمہاری طاقت

کو معطل کر دیتا ہے۔"

دوسرا بونا کہنے لگا۔

"اس کا ایک ہی علاج ہے کہ دونوں انسانی تیندووں کو ہلاک کر دیا جائے۔ ہم کمزور اور چھوٹے چھوٹے بونے ہیں۔ عنبر طاقتور آدمی ہے۔ یہ انسانی تیندوے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

"مگر کیسے؟" عنبر نے پوچھا۔ "کیا انسانی تیندووں کی شعاعوں کا اثر دوبارہ مجھ پر نہ ہو گا؟ کیا مشینی آدمی مجھ پر اپنی سبز شعاع کا فائر نہیں کرے گا؟"

"اگر تم میں واقعی اتنی طاقت ہے۔ کہ تم ایک بہت بڑے چٹانی پتھر کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا سکو تو ہم یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"میں بھاری سے بھاری پتھر کو اٹھا سکتا ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

بزرگ بونے نے کہا۔

"تو سنو — یہ دونوں خونخوار تیندوے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہاڑ کے اندر ایک کھوہ میں چھوٹے سے حوض میں رہتے ہیں۔ اس حوض کے کنارے پر ایک بہت بڑا چٹانی پتھر ہے۔ اگر تم اس پتھر کو اٹھا کر

____________________ حوض میں ان دونوں تیندووں کے اوپر پھینک دو تو دونوں کے سر کچلے جائیں گے۔ ان کے مرتے ہی مشینی آدمی کی طاقت بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر ہم اس کے راکٹ کی مدد سے یہاں سے نکل جائیں گے۔"

عنبر بولا۔

"مجھے بتاؤ کہ میں اس حوض تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ میں یہ کام ابھی جا کر کرنا چاہتا ہوں۔"

بزرگ بونے نے کہا۔

"اس وقت تم وہاں نہیں جا سکو گے۔ کیونکہ دونوں تیندوے جاگ رہے ہیں اور کھوہ کے دروازے پر بیٹھے ہوں گے۔ رات کو جب وہ حوض میں جا کر گہری نیند سو جاتے ہیں۔ تب تم جا کر حملہ کر سکتے ہو۔"

عنبر نے پوچھا کہ مشینی آدمی اس وقت کہاں ہو گا؟

بزرگ بونے نے کہا۔

"اس وقت وہ بھی اپنے مشینی کمرے میں پڑا ہوتا ہے۔ چونکہ انہیں یقین ہے کہ ہم حوض تک پہنچ کر چٹانی پتھر کو ہلا بھی نہیں سکتے اس لیے انہوں نے کوئی حفاظتی اقدام نہیں کر رکھا۔"

عنبر نے کہا۔

"بہت خوب۔ میں رات ہونے کا انتظار کروں گا۔"

عنبر ان کے پاس بیٹھا دیر تک کیٹی کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ پھر جب رات گہری ہو گئی۔ اور بزرگ بونے نے اسے بتایا کہ اب اس کے حملہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ بزرگ بونے نے یہ کہہ کر عنبر کو ساتھ لیا اور ایک دوسرے خفیہ دروازے سے نکل کر ٹیلے کی ایک تنگ و تاریک سرنگ میں داخل ہو گیا۔ یہ سرنگ چڑھائی چڑھتی تھی۔ کافی اوپر جا کر سرنگ کی ڈھلان شروع ہو گئی۔ ایک جگہ پہنچ کر بزرگ بونا رک گیا۔ اس نے عنبر کو کان نیچے کرنے کو کہا۔ عنبر نے اپنا سر نیچے کر کے اپنے کان بزرگ بونے کے منہ کے ساتھ لگا دیئے۔ بزرگ بونے نے سرگوشی میں کہا۔

"یہاں تمہارے قدموں کی چاپ کی آواز نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنی چاہیئے۔ وہ مشینی کمرہ قریب ہی ہے جس میں مشینی آدمی پڑا ہے۔ وہ ذرا سی بھی آواز سن کر ہوشیار ہو جائے گا۔ پھر ہمارا زندہ بچنا نا ممکن ہے۔"

عنبر پھونک پھونک کر پاؤں رکھنے لگا۔ اس نے احتیاط کی وجہ سے بزرگ بونے کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ وہ سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھتا سرنگ میں آگے نکل گیا۔ بزرگ بونا اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ ایک جگہ بزرگ بونے نے دائیں جانب مڑنے کو کہا۔ دائیں جانب سرنگ آگے جا کر اندھیرے میں چلی گئی۔

بزرگ بونا عنبر کی گودی میں تھا۔ اس نے عنبر کے کان میں کہا۔

"یہاں مجھے اتار دو۔ آگے وہ حوض آ رہا ہے جس میں دونوں انسانی تیندوے سو رہے ہیں۔ مجھے ان کے خراٹوں کی ہلکی سیٹی کی آواز آ رہی ہے۔"

عنبر نے بزرگ بونے کو وہیں اتار دیا۔ بونا آہستہ سے کہنے لگا۔

"میں اسی جگہ چھپ کر بیٹھتا ہوں۔ تم جا کر اپنا کام کرو۔ مگر خبردار اگر تمہیں دیر ہو گئی اور

انسانی تیندوے جاگ پڑے تو ہماری خیر نہیں۔"

عنبر نے اسے خاموش اور مطمئن رہنے کا اشارہ کیا اور خود سرنگ کے فرش پر لیٹ گیا۔ اور رینگ رینگ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ بہت ہلکی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے انسانی تیندوؤں کے خراٹے بھرنے کی سیٹی کی آواز آ رہی تھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا آواز زیادہ صاف ہوتی جا رہی تھی۔

یہاں تک کہ عنبر کو ایک بہت بڑا چٹانی پتھر نظر آیا جو حوض کے کنارے پر ذرا سا جھکا ہوا کھڑا تھا۔ عنبر نے آہستہ سے آگے جا کر دیکھا کہ اس پتھر کے نیچے ایک چھوٹا سا حوض ہے۔ عنبر نے اپنا چہرہ حوض کے کنارے کے ساتھ لگا دیا۔ حوض کا پانی اندھیرے میں بھی تھوڑا تھوڑا چمک رہا تھا۔ اس پانی میں عنبر نے ان ہی دو زرد انسانی کھوپڑیوں والے تیندوؤں کو دیکھا کہ پانی کی تہہ میں مزے سے پڑے سو رہے ہیں۔ ان کے سانپوں ایسے بازو تہہ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ذرا سی آواز ان خونی انسانی تیندوؤں کو جگا سکتی تھی۔ اور عنبر کی طاقت ختم ہو سکتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ عنبر سانپ کی طرح رینگ کر حوض کے دوسرے کنارے والے چٹان کے پتھر کے پاس آ کر وہیں لیٹ گیا۔ اس نے دیکھا کہ چٹانی پتھر کا سائز اتنا تھا کہ اگر وہ اسے حوض میں گرا دیتا ہے تو وہ حوض کے اندر گر کر دونوں تیندوؤں کو کچل دے گا۔

بزرگ بونے نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا۔ عنبر بزرگ بونے کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اب اس نے بڑی آہستگی سے اپنے دونوں بازو آگے کو نکالے اور ہاتھوں سے چٹانی پتھر کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ پتھر ایک بڑے برف کے بلاک کی طرح تھا۔ اور زمین کے اندر گڑا ہوا تھا۔

عنبر اسے اس طریقے سے بھی نہیں ہلانا چاہتا تھا کہ پتھر کے ٹوٹنے کی آواز پیدا ہو۔ وہ ایک ہی جھٹکے سے اسے حوض میں گرا دینا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ اس کے ہاتھ پتھر پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہوں اور وہ ایک ہی جھٹکے سے اسے حوض میں گرا سکے۔

عنبر نے اپنے ہاتھوں کی مضبوطی کو جانچا۔ ہاتھوں کو بالکل صحیح زاویے سے پتھر کی دیوار پر پیچھے جمایا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کا ایک ہی جھٹکا پتھر کو گرانے کے لیے کافی ہو گا۔ تو اس نے آنکھیں بند کر کے اللہ میاں

سے دعا مانگی کہ وہ اس کی مدد فرمائے اور پھر فرش سے اُٹھ کر گھٹنے ٹکا کر بیٹھ گیا۔ حوض میں ایک تیندوے کی سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی۔ عنبر نے ایک دہشت ناک آواز نکالی۔ یہ پتھر کو گرا دینے کے پکے عزم کی آواز تھی اور پھر اتنی زور سے پتھر کو دھکا دیا کہ دوسرے لمحے ایک قیامت خیز دھماکے کے ساتھ پتھر حوض میں گر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آخری چیخ

سیارے کی بند فضا میں دو چیخیں بلند ہوئیں۔
یہ انسانی تیندووں کی آخری چیخیں تھیں۔ سرنگ میں بزرگ بونا بھاگتا ہوا عنبر کے پاس آیا اور حوض میں گرے ہوئے پتھر کو دیکھ کر تالی بجانے لگا۔ پھر عنبر کی ٹانگ سے لپٹ گیا۔

"عنبر تم نے کمال کر دیا۔ اب چلو چل کر مشینی آدمی کا انجام بھی دیکھتے ہیں۔"

جب وہ مشینی آدمی کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مشینی روبوٹ منہ کے بل فرش پر گرا پڑا تھا۔ اور اس لوہے کا سر گردن سے الگ ہو گیا تھا۔ بزرگ بونے نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔

"عنبر زندہ باد!"

اتنے میں باقی تین بونے بھی بھاگتے ہوئے وہاں آ گئے حوض میں پتھر کے گرنے کا دھاکہ اور انسانی تیندووں کی

آخری چیخیں انہوں نے بھی سُن لی تھیں۔ وہ اس فتح کی خوشی میں ناچنے لگے۔ عنبر نے پوچھا کہ وہ راکٹ کہاں ہے جس پر سوار ہو کر مشینی آدمی ان کے سیارے پر جایا کرتا تھا۔

بزرگ بونا عنبر کو لے کر ایک سائیڈ روم میں آ گیا۔ یہاں ایک لانچنگ پیڈ بنا ہوا تھا۔ اس لانچنگ پیڈ پر ایک تکونا راکٹ کھڑا تھا۔ جس کے ساتھ سیڑھی لگی تھی۔ اوپر سے پہاڑی کا دہانہ کھلا تھا۔ جس میں سے زرد اور لال رنگ کے ستارے نظر آ رہے تھے۔

عنبر نے راکٹ کو چیک کیا۔ بزرگ بونا تجربہ کار خلائی ملک تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ راکٹ میں ایندھن بھرا ہوا تھا۔ جب دل چڑھا تو عنبر نے بونوں سے کہا کہ وہ اپنے درخت دوستوں سے ملنا چاہتا ہے۔ بونے راکٹ چیکنگ اور صفائی میں مصروف ہو گئے۔ اور عنبر اپنے درخت دوستوں کی طرف نکل گیا

سب سے پہلے وہ اپنے چھوٹے درخت دوست سے ملا۔ چھوٹے درخت نے کہا کہ بزرگ درخت سے بھی جا کر مل لو۔ عنبر بزرگ درخت کے پاس گیا تو اس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم نے بہت بڑی فتح حاصل کی ہے عنبر۔ تم نے اس سیارے کے دو ایسے موذی انسانی تیندووں کو ہلاک کیا ہے۔ جو ایک مدت سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں ظلم کر رہے تھے۔ اب تم پُراسرار مینار میں بھی جا کر دیکھو کہ تمہاری فتح کی خوش خبری سننے کو وہاں ایک اور انسان بھی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

عنبر تیزی سے مینار کی طرف چل پڑا۔ بزرگ درخت نے کچھ اور بتانے سے انکار کر دیا تھا۔ عنبر مینار کی دوسری منزل کی کھڑکی توڑ کر اندر چلا گیا۔ یہ گول کمرہ تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ کھڑکی کھلنے سے ذرا سی روشنی ہوئی تو عنبر کو کسی لڑکی کی کمزور سی آواز سنائی دی۔

"پی لو۔ میرے اندر جو تھوڑا سا خون رہ گیا ہے وہ بھی ختم کر دو اور —— اور —— اور مجھے اس زندگی سے نجات دلاؤ۔"

عنبر نے کھڑکی پوری کھول دی۔ کمرہ روشنی سے بھر گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک کمزور سی دبلی پتلی لڑکی فرش پر آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہے۔ عنبر نے اسی کی زبان میں کہا۔

"بہن! تم کون ہو؟"

لڑکی نے اپنی زبان میں کسی مرد کو جواب دیتے سنا تو بازو ہٹا کر عنبر کی طرف دیکھا۔

"تم —— تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"میں نظام شمسی کی زمین کا باشندہ ہوں۔ مگر تمہاری شکل ہماری زمین کی عورتوں جیسی ہے کیا تم بھی ہماری زمین کی ہو؟ مگر تمہاری زبان تو کسی دوسرے سیارے کی لگتی ہے۔"

لڑکی نے کہا۔

"میرا نام ہڈاشی ہے۔ میں پلوٹو کے سیارے سے آگے دوسرے سیارے کی رہنے والی ہوں۔ یہاں دو خونی تیندوے رہتے ہیں۔ ان کا روبوٹ مجھے اغوا کر کے یہاں لے آیا تھا۔ دو ہفتے سے یہ تیندوے رات کو آ کر میرا خون پی رہے ہیں۔"

لڑکی کی آواز میں کمزوری تھی۔ عنبر نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے اٹھا کر بٹھایا اور کہا۔

"بہن! تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ دونوں تیندوؤں کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اب تم آزاد ہو۔"

لڑکی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے عنبر کا بازو تھام لیا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو بھائی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم میرے ساتھ یہاں سے نکل آؤ۔ تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا۔"

عنبر نے رسّے کی مدد سے لڑکی ہڈالش کو مینار سے نیچے اتارا اور اُسے لے کر بونوں کے پاس آگیا۔ وہ بونوں کو دیکھ کر اور بونے اسے دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ مشینی روباٹ کی ٹوٹی پھوٹی لاش دیکھ کر لڑکی ہڈالش کی جان میں جان آئی۔

عنبر نے کہا

"اب ہم یہاں سے سیدھا راکٹ میں بیٹھ کر بونوں کے سیارے میں جا رہے ہیں۔ وہاں سے تمہیں دوسرے راکٹ میں بٹھا کر تمہارے سیارے کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔"

لڑکی ہڈالش خوشی سے جھوم اٹھی۔

اب بڑے جوش و خروش سے اس خونخوار مخلوق والے سیارے سے پرواز کرنے کا کام شروع ہو گیا۔ راکٹ بالکل درست حالت میں تھا۔ اس کے ٹینک مائع گیس سے بھرے ہوئے تھے۔ شمسی توانائی کا نظام بھی اوکے تھا۔ بزرگ بونا راکٹ کو پائلٹ کرنے والا تھا۔ وہ ایک ماہر انجینئر اور خلا باز بھی تھا۔

بزرگ بونے نے نہایت احتیاط سے راکٹ کے خلائی روٹ کو اپنے سیارے کی جانب سیٹ کیا۔ جب وہ سب اس میں سوار ہو گئے۔ اور پھر ایک رات یہ راکٹ لانچنگ پیڈ سے بلاسٹ اپ ہو کر خلا کی جانب روانہ ہو گیا۔ سیارے کے مدار سے نکلتے وقت راکٹ کو ایک شدید قسم کا جھٹکا لگا۔ مگر بزرگ بونے نے راکٹ کو بڑی مہارت سے کنٹرول کر رکھا تھا۔ اب راکٹ خلا میں آگیا۔ خلا میں آتے ہی راکٹ کی رفتار بھی بے حد تیز ہو گئی۔ اور جھٹکوں کا سلسلہ بھی مکمل طور پر رک گیا۔ کیونکہ خلا میں فضا نہیں ہوتی

ایک بار پھر وقت کا احساس ختم ہو گیا۔ باہر خلا میں نہ دن تھا۔ نہ رات تھی۔ کیونکہ دن اور رات ہماری زمین پر اس لیے ہوتے ہیں کہ ہماری زمین اپنے مرکز کے گرد گھومتی ہے۔ جب اس کا ایک رخ سورج کے سامنے آتا ہے تو وہاں دن چڑھ جاتا ہے۔ اور جو رخ دوسری طرف ہوتا ہے۔ وہاں رات ہوتی ہے۔ مگر راکٹ خلا میں تھا اور سورج سیارے راکٹ سے کروڑوں اربوں کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ راکٹ کے باہر ایک جیسی حالت تھی۔ آسمان کا وہی کالا سیاہ رنگ اور ایک ہی حالت میں دہکتے ہوئے زرد نیلے اور سرخ ستارے اور سیارے۔ ستارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ سورج ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ زیادہ روشنی دیتے ہیں۔ سیارے چونکہ ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اور ان پر سورج کی روشنی پڑتی ہے اس لیے وہ اتنے زیادہ روشن نظر نہیں آرہے تھے ان کا رنگ خلا میں پھیکا پھیکا سفید تھا۔

خلائی سفر میں نامعلوم مدت گزر جانے کے بعد بزرگ بونے نے عنبر کو دور ایک ہلکے نیلے روشن نقطے کو راڈار سکرین پر دکھایا۔ اور کہا کہ یہ ہمارا سیارہ ہے۔ عنبر بڑے غور سے اس نیلے سیارے کو دیکھنے لگا۔ جہاں کیٹی موجود تھی۔ عنبر کو بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ ایک مدت کے بعد وہ کیٹی سے ملاقات کرے گا۔

یہ نیلا سیارہ قریب تر آرہا تھا۔ راکٹ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہی نیلا سیارہ ہماری زمین کی طرح گول اور بڑا ہو گیا۔ اب بزرگ بونے نے اپنے سیارے کے کنٹرول ٹاور سے وائرلیس پر باتیں شروع کر دیں۔ اور انہیں اپنے بارے میں بتایا کہ وہ اسی سیارے کے باشندے ہیں۔ اور اپنے ساتھ دو دوستوں کو لے کر آرہے ہیں۔

انہیں خلائی اڈے پر اترنے کی اجازت دے دی گئی۔ راکٹ جونہی سیارے کی فضا میں داخل ہوا تو اسے ایک بار پھر شدید جھٹکا لگا۔ اور سیارے کی زبردست کشش کی وجہ سے راکٹ کی رفتار تباہ کن ہو گئی۔ لڑکی مڈاش گھبرا گئی۔ مگر بزرگ بونے نے اٹھا راکٹ چلا کر سپیڈ پر کنٹرول کر لیا۔ اور راکٹ آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔

خلائی اڈے پر عنبر نے دیکھا کہ وہاں سب کے سب بونے تھے۔ عورتیں اور مرد سب کے قد دو فٹ سے نہیں تھے۔

عنبر اور مڈاش لڑکی ان میں بہت لمبے نظر آرہے تھے عنبر اور مڈاش کو اسی وقت خلائی سیکورٹی گارڈز نے اپنی حراست میں لے لیا۔ انہیں سیارے کے سرکاری ہیڈکوارٹر میں چیف کے سامنے لے جایا گیا۔ چیف نے عنبر اور لڑکی مڈاش کے اونچے لمبے قد دیکھے تو دل میں بڑا خوش ہوا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ ان دونوں کے جسموں سے بھی اونچے قد کے جینز نکال کر اپنی مخلوق کا قد بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ مگر اوپر سے وہ بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ عنبر اور لڑکی مڈاش سے ملا۔ اس نے حکم دیا کہ ان مہمانوں کو شاہی گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے۔ عنبر تو کیٹی سے ملنے کو بے تاب تھا۔ اس نے بزرگ بونے سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ عنبر نے کہا

"تم کیا سوچنے لگے دوست؟"

بزرگ بونا گہرا سانس بھر کر بولا۔

"او میرے دوست عنبر! مجھے چیف کی نیت اچھی نہیں لگتی۔ تم نے ہماری جان بچائی ہے۔ ہم تمہیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہر مشکل میں تمہاری مدد کریں"

"تمہیں یہ شک کیسے گزرا؟" عنبر نے پوچھا

بزرگ بونا کہنے لگا۔

"چیف کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ تمہاری بہن کیٹی کی طرح تمہارے اور لڑکی کے ثناش کے جسموں سے بھی قد بڑھانے کے جینز نکالنے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ اگرچہ اس میں تمہیں زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا مگر کچھ وقت گزرنے کے بعد تم لوگوں کے قد بھی گھٹنے شروع ہو جائیں گے۔ یہ بات کیٹی کو بھی نہیں بتائی گئی"

عنبر نے کہا۔

"یہ سب بونے ہیں۔ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں۔ میں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دوں گا اور یہ چیف ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا"

بزرگ بونا مسکرایا۔

"عنبر! ہم بونے ضرور ہیں۔ مگر چیف کے پاس پلوٹونیم میزائلوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے یہ میزائل اس قدر تباہ کن ہیں کہ تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اور پھر اگر تم نے چیف کے خلاف بغاوت کر دی تو وہ سب سے پہلا کام یہ کرے گا کہ کیٹی کو ہلاک کر دے۔ اسے ہلاک کرنے کے لیے پلوٹونیم ریز کی ایک ہی شعاع کافی ہو گی"

عنبر غور کرنے لگا۔ بزرگ بونا ٹھیک کہتا تھا۔ اسے اندھے جوش کی بجائے سوچ سمجھ کر کوئی منصوبہ تیار کرنا چاہیئے۔ بزرگ بونا اس کا ہمدرد تھا۔ اس نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ یہ بونے جھوٹ نہیں بولتے تھے اور جس کو دوست کہتے تھے تو پھر اس دوستی کو نبھاتے تھے۔ عنبر نے بزرگ بونے سے مشورہ لیا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ہمارے چیف کی دعوت قبول کر کے شاہی گیسٹ ہاؤس میں خاموشی سے رہنا شروع کر دو۔ آگے دیکھا جائے گا۔"

لڑکی مڈاش کو بھی عنبر نے سارے حالات سے باخبر کر دیا تھا۔ کیٹی سے عنبر کی ملاقات نہ ہو سکی تھی کیونکہ اسے ایک بلند عمارت میں حراست میں رکھا گیا تھا۔ عنبر کو گیسٹ ہاؤس میں آئے ایک دن ہی ہوا تھا کہ رات کو بستر پر لیٹے لیٹے اسے محسوس ہوا کہ اس کا دم گھٹ رہا ہے۔ وہ گھبرا کر بستر سے اٹھا ہی تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کی وجہ وہ نظر نہ آنے والی شعاعیں تھیں جو چھت کے ایک سوراخ میں سے نکل رہی تھیں۔ ان ہی شعاعوں نے عنبر کو بے ہوش کر دیا تھا۔

سائنٹسٹ بونے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے عنبر کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک باریک انجکشن کی سوئی داخل کر کے اس میں سے وہ خاص جینز نکالنے شروع کیے جو قد بڑھاتے ہیں۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ عنبر کے جسم میں سوئی داخل ہوتے ہی ٹوٹ گئی ــــ

بے ہوش ہونے کے ساتھ ہی عنبر کا جسم اپنی اصلی حالت پر آ گیا تھا۔ یہ بونے سائنس دان ڈاکٹر تھے انہوں نے دو تین بار کوشش کی مگر ہر بار سوئی ٹوٹ جاتی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ شاید اس انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ اس کے خون کے خلیے جم کر سخت ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے چیف کو جا کر اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ چیف نے کہا۔

"اس عنبر نوجوان کو ابھی کچھ نہ کہا جائے اور دوسری لڑکی مڈاش کے جسم سے جینز نکالنے کا کام جاری رکھا جائے۔"

عنبر کو ہوش آیا تو اسے اپنی کمر میں معمولی سی چبھن محسوس ہوئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے بے ہوش کر کے اس کے جسم سے جینز نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صبح وہ مڈاش کے کمرے میں گیا۔ تو وہ کمر میں چبھن کی شکایت کر رہی تھی۔ عنبر نے اسے بتا دیا کہ یہ لوگ اس کے جسم سے جینز نکال رہے ہیں۔ وہ گھبرا گئی۔ عنبر نے تسلی دی اور کہا کہ یہ کام زیادہ دیر تک نہیں چلے گا۔ اور وہ وہاں سے فرار ہو جائیں گے

بزرگ بونا سائنس دان کے روپ میں عنبر سے ملاقات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمرے آ جاتا تھا۔ اس نے عنبر کو بتایا کہ کیتھی کو اس کے [illegible] کی اطلاع کر دی گئی ہے۔ عنبر بے تابی سے بولا۔

"کیتھی تو بہت خوش ہوئی ہو گی؟"

"ہاں"۔ بزرگ بونے نے کہا، "وہ بہت خوش ہوئی ہے۔ اور وہ تم سے ملنے کی خواہش مند ہے۔ مگر جانتی ہے کہ ابھی ایسا نہیں ہو سکتا"۔

عنبر نے بزرگ بونے کو یہ بتا دیا کہ کس طرح [illegible] کراں کے سائنسدان آئے تھے اور اسے بے ہوش کرنے کے بعد اس کے جسم سے جینز نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ بزرگ بونا مسکرایا۔

"مجھے ساری رپورٹ مل گئی ہے۔ چیف کا خیال ہے کہ تمہارے خون کے خلیے سخت ہو کر مزاحمت کرنے لگے ہیں بہر حال وہ تمہارے جسم میں ایک خاص دوائی داخل کر کے خون کے خلیوں کو نرم کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"مہربان دوست! اگرچہ مجھے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا مگر کیتھی اور مداش کی زندگیوں کو خطرہ

ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ ہمیں یہاں سے فرار کروانے کی کوئی ترکیب سوچو"۔

بزرگ بونا سنجیدہ ہو گیا۔ پھر وہ ڈاڑھی کو کھجاتے ہوئے بولا۔

"اب کوئی ترکیب سوچنی ہی پڑے گی"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

چیف کے حکم سے عنبر کے جسم میں بڑی تیز قسم کی دوائی داخل کرنے کی تیاری شروع ہو گئی تھی لیبارٹری میں یہ انجکشن تیار کیا جا رہا تھا۔ کیتھی کو جب پتہ چلا تھا کہ عنبر بھی وہاں آ گیا ہے۔ وہ اس سے ملنے کو بے چین تھی۔ مگر اسے عمارت کے خاص کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی کمرے کے دروازوں پر ایسی شعاعیں چھوڑ دی گئی تھیں جن کے ٹکرانے سے کیتھی کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

دو روز گزر گئے۔ بڑی مداش کے جسم سے برابر جینز نکالے جا رہے تھے۔ وہ کمزوری محسوس کرنے لگی تھی۔ عنبر کو بھی اپنے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ خطرناک شعاعوں میں سے گزرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ کچھ پتہ نہیں تھا کہ ان کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر کے جسم پر کیا رد عمل یا اثر ہو گا
یونہی چار روز گزر گئے۔ پانچویں روز آدھی رات کو عنبر اپنے بستر پر لیٹا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا کہ دروازہ کھلا۔ عنبر نے چھت کی دھیمی روشنی میں دیکھا بزرگ بونا اس کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا بڑھا آ رہا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی۔ اس نے آتے ہی

"عنبر! اس شیشی میں خاص دوائی ہے۔ اس کا ایک گھونٹ پی لو۔ تم مہلک شعاعوں سے محفوظ ہو جاؤ گے"

عنبر نے شیشی میں سے ایک گھونٹ پی لیا۔
"میرے ساتھ آؤ مگر آواز نہ نکالنا"

عنبر کمرے سے باہر گیا تو دیکھا کہ پہرے دار بونے بے ہوش پڑے تھے۔ برآمدے کے کونے میں کیٹی اور مڈانشس کھڑی تھیں۔ کیٹی نے عنبر کو دیکھا تو جھپٹ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔ عنبر نے کیٹی کے سر پر بڑے بھائی کی طرح پیار کیا۔ بزرگ بونا آہستہ سے بولا۔
"کیا کر رہے ہو؟ آواز مت نکالو۔ ہم سب مارے جائیں گے۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ"

بزرگ بونے نے کمال کر دیا تھا۔ رات کے اندھیرے میں اس نے کسی خاص ایٹمی ہتھیار سے تمام پہرے داروں کو بے ہوش کر رکھا تھا۔ بزرگ بونا انہیں ساتھ لے کر عمارت کے پچھواڑے ایک کھلی جگہ پر آ گیا۔ یہاں ایک خلائی گاڑی کھڑی تھی۔

"اس میں جلدی سے بیٹھ جاؤ"

یہ گول گاڑی تھی۔ بزرگ بونا اسے خود چلانے لگا۔ گاڑی زمین سے پچاس فٹ بلند ہو کر فضا میں اڑتی رات کے اندھیرے میں ایک خفیہ لانچنگ پیڈ پہنچ کر رک گئی۔ یہاں ایک گول اڑن طشتری پہلے سے موجود تھی۔ بزرگ بونے نے عنبر سے کہا۔

"کیٹی خلائی لڑکی ہے۔ وہ اس اڑن طشتری کو چلانا جانتی ہے۔ تم لوگ اس میں بیٹھ کر یہاں سے نکل کر ٹلانٹس کے سیارے میں چلے جاؤ۔ یہ سیارہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ وہاں تم آزاد ہو گے اور جہاں چاہو جا سکو گے"

عنبر نے بزرگ بونے کا باشعور تمام گروہ اس کا بے حد شکریہ ادا کیا۔
بزرگ بونا بولا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب وقت نہ ضائع کرو عنبر۔ بس جلدی سے نکل جاؤ۔"

بونا خلائی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

کیتھی پائلٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اُڑن طشتری بند کر دی گئی۔ مذاشش اور عنبر بھی کیتھی کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ کیتھی نے سارے نظام کا اچھی طرح سے جائزہ لینے کے بعد اُڑن طشتری کے ایٹمی انجن کو چلا دیا۔ اُڑن طشتری زیادہ بڑی نہیں تھی۔ وہ بڑی تیزی سے زمین سے اوپر اٹھی اور ایک طرف کو جھکی جھکی بجلی کی تیزی کے ساتھ فضا میں اوپر ہی اوپر اُٹھتی چلی گئی۔

اس سے پہلے کہ بونوں کو خبر ہوتی، اُڑن طشتری خلا میں داخل ہو کر لڑکی مذاشش کے سیارے کی طرف اپنا سفر شروع کر چکی تھی۔ کیتھی عنبر اور مذاشش بونوں کی قید سے نکلنے پر بے حد خوش تھے۔ اُڑن طشتری کا رخ مذاشش کے سیارے کی طرف تھا جو وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ چنانچہ زمین کے حساب سے ایک رات اور ایک دن کے خلائی سفر کے بعد اُڑن طشتری لڑکی مذاشش کے سیارے پر پہنچ گئی۔

لڑکی مذاشش کا باپ وہاں کا ایک ممتاز سائنس دان تھا۔ عنبر اور کیتھی اس کے ہاں مہمان تھے۔ مذاشش کے باپ نے عنبر اور کیتھی سے پوچھا کہ وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عنبر نے کہا

"ہمارے باقی ساتھی ناگ اور ماریا اور عمرو عیار ہماری زمین کی دنیا میں ہی تھے۔ اس لیے ہم اپنے نظام شمسی کی زمین پر ہی جانا چاہتے ہیں۔"

مذاشش کے باپ نے کہا۔

"تمہارا نظام شمسی یہاں سے بہت دور ہے۔ اگر راستے میں خلائی جہاز کنٹرول کرنے میں تم سے ذرا سی بھی غلطی ہو گئی۔ تو تم خلا میں ساری عمر بھٹکتے رہو گے۔"

کیتھی نے کہا کہ وہ خلائی لڑکی ہے۔ اور خلائی جہاز کو کنٹرول کر سکتی ہے۔ اس پر مذاشش کے باپ نے اپنے اثر و رسوخ سے ان کے لیے ایک خلائی جہاز خرید لیا۔ اور پھر مذاشش اور اس کے باپ سے اجازت لے کر عنبر اور کیتھی اس خلائی جہاز میں اپنی زمین کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ جب عنبر خلا میں پرواز کرتے کرتے غائب ہو گیا۔ تو ناگ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوسانگ بھی اوٹاشا اور نتالا سے اجازت لے کر ایک خلائی جہاز میں عقیبر کی تلاش میں خلا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اور پھر ایک نظام شمسی نے انہیں اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ اور تھیوسانگ نے جہاز کا رخ مجبور ہو کر اسی نظام شمسی کی طرف کر دیا تھا۔ انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس نظام شمسی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور کون سے سیارے پر اتریں گے۔ اور کیا وہاں کوئی مخلوق بھی آباد ہو گی یا نہیں۔

ان کا خلائی جہاز بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس نظام شمسی کے مدار میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک سیارے نے انہیں اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ تھیوسانگ نے کمپیوٹر پر حساب لگا کر بتایا کہ یہ سیارہ ہماری زمین کی طرح ہے مگر ہماری زمین نہیں ہے۔ جوں جوں سیارہ قریب آ رہا تھا، نئی نئی باتیں دریافت ہو رہی تھیں۔

ناگ نے پوچھا۔

"اگر یہ ہماری زمین نہیں ہے تو ہماری زمین کے حالات اس پر کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں؟"

تھیوسانگ نے خلائی ٹی وی آن کر دیا۔ سکرین پر اسے شہر میں موٹریں، ٹرک چلتے نظر آئے تو وہ

چونک اٹھا۔

"ناگ! اس زمین پر بالکل وہی واقعات گزر رہے ہیں۔ جو کبھی ہماری زمین پر گزر چکے ہیں۔"

ناگ نے تعجب سے پوچھا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

تھیوسانگ مسکرایا۔

"ناگ! یہ خلائی سائنس ہے۔ ہماری دنیا پر جو واقعات گزر چکے ہیں وہ خلاء میں موجود ہیں۔ ان واقعات کی شعاعیں اسی طرح باقی ہیں۔ جب یہ شعاعیں خلا میں تیزی سے سفر کرتے ہوئے اس سیارے سے ٹکرائیں، تو چونکہ یہاں تمہاری زمین ایسی آب و ہوا تھی اس لیے ان شعاعوں کا عکس بالکل فلم کی طرح اس سیارے پر پڑنے لگا۔ اور وہی حالات اور واقعات پھر سے رونما ہونے لگے ہیں۔ تم ان شہروں میں جن لوگوں کو چلتے پھرتے، زندگی بسر کرتے دیکھ چکے ہو۔ یہ اصل میں مر چکے ہیں۔ اور صرف اپنے عکس کی شکل میں اپنی گزری ہوئی زندگیوں کو دہرا رہے ہیں۔ مگر انہیں اس کی خبر نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ بالکل گزشتہ پشت کے انسانوں کی طرح زندہ ہیں۔"

جگ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"خدا کے لیے مجھے اس سے زیادہ نہ بتاؤ۔ بس میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اب خدا کرے کہ یہاں ماریا سے ملاقات ہو جائے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دنیا کے واقعات کے عکس کے ساتھ وہ بھی اسی سیارے پر موجود ہو گی۔"

تھیوسانگ بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ ماریا اسی سیارے پر ہو گی۔ کیونکہ یہ سیارہ اسی دور سے گزر رہا ہے۔ جس دور میں ہم جزیرے پر اسے چھوڑ کر آئے تھے۔"

خلائی جہاز بڑی تیزی سے اس سیارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جو بالکل ہماری زمین کی طرح نظر آ رہا تھا۔ اس کی سطح پر بھورے بھورے جنگل اور پہاڑ تھے۔ اور نیلے سمندر کی پٹی سیارے کے گرد پھیلی ہوئی تھی۔

راکٹ پھٹ گیا

اچانک راکٹ لرزنے لگا۔ تھیوسانگ اسے کنٹرول کرنے لگا۔ مگر جھٹکے بڑھتے گئے۔ اب اس کے سٹور روم سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ اور پھر ایک طرف آگ لگ گئی۔ تھیوسانگ چلایا۔

"ناگ! جہاز تباہ ہونے والا ہے۔ ہم باہر کودیں گے۔"

تھیوسانگ نے فوراً پیرا شوٹ پہنا۔ خلائی جہاز ایک طرف کو جھک گیا تھا۔ اس کے اوپر کے حصے کو آگ لگ چکی تھی۔ تھیوسانگ نے ہنگامی دروازے کا بٹن دبایا۔ دروازہ کھٹاک سے الگ ہو گیا۔ تھیوسانگ نے باہر فضا میں چھلانگ لگا دی۔ ناگ نے بھی اس کے ساتھ ہی چھلانگ لگا دی۔ فضا میں آتے ہی ناگ نے عقاب کا روپ اختیار کر لیا۔ تھیوسانگ کا پیرا شوٹ کھل گیا تھا۔ اور وہ نیچے سمندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ناگ اس کے ساتھ ساتھ عقاب کی شکل میں اڑ رہا تھا۔ سمندر قریب آ رہا تھا۔ اور پھر تھیوسانگ سمندر میں گر گیا۔ سمندر میں گرتے ہی اس نے پیراشوٹ کو اپنے سے الگ کر دیا۔ ناگ اس کے بالکل اوپر آ گیا تھا۔ تھیوسانگ نے ساحل سمندر کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔

اس نے خلائی جہاز میں سے ہی دیکھ لیا تھا کہ سمندر کا کنارہ وہاں سے دور نہیں ہے اور کنارے پر کوئی بہت بڑا شہر آباد تھا۔ یہ ماڈرن شہر تھا۔ اس کی عمارتیں کافی اونچی تھیں۔ اور ان میں فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ ناگ تھیوسانگ کے اوپر اڑ رہا تھا۔ تھیوسانگ تیرتا چلا جا رہا تھا۔ سمندر پرسکون تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ فضا گرم تھی۔ تھوڑی دیر بعد دور سے کنارے کی سیاہ لکیر نظر آنے لگی۔ اتنے میں ایک چھوٹا سا سٹیمر جس پر کسٹم والوں کا جھنڈا لہرا رہا تھا گشت لگاتا اس طرف آ گیا۔

سٹیمر کے کیپٹن نے تھیوسانگ کو سمندر میں تیرتے دیکھ لیا تھا۔ سٹیمر بڑی تیزی سے تھیوسانگ کے پاس آ گیا۔ تھیوسانگ کو سٹیمر پر اٹھا لیا گیا۔ کیپٹن اور

کسٹم کے سپاہیوں نے تھیوسانگ کو غور سے دیکھا۔ تھیوسانگ کا لباس چمکیلا تھا اور اس کے جسم سے چمٹا ہوا تھا۔ کیپٹن نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور سمندر میں کہاں سے آیا ہے؟ کیپٹن اور کسٹم کے عملے کو یقین تھا کہ تھیوسانگ سمگلروں کا ساتھی ہے اور کسی مشن پر جا رہا ہے۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"میرا نام تھیوسانگ ہے۔ میں ایک کشتی میں اکیلا سمندر کی سیر کو نکلا تھا کہ کشتی لہروں میں پھنس کر ڈوب گئی۔"

کیپٹن کو تھیوسانگ کے بیان پر یقین نہ آیا۔ اس نے اس کی تلاشی لی۔ تھیوسانگ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اسے لے کر ساحل پر آ گیا۔ اب یہاں آ کر تھیوسانگ کو پتہ چلا کہ وہ پاکستان کی مشہور بندرگاہی شہر کراچی میں آ گیا ہے۔ ناگ عقاب کی شکل میں اس کے اوپر اڑ رہا تھا۔ وہ بھی کراچی کسٹمز والوں کی عمارت پر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کسٹم کے افسر تھیوسانگ سے پوچھ گچھ کرتے رہے لیکن چونکہ تھیوسانگ سے کوئی شے برآمد نہیں ہوئی تھی اس لیے اسے چھوڑ دیا گیا۔

تھیوسانگ باہر آیا تو سامنے ناگ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سب ٹھیک ہے ناں؟" ناگ نے پوچھا۔
تھیوسانگ نے سر ہلا کر کہا۔
"سب ٹھیک ہے۔ لیکن ہم جس سیارے پر ہیں وہ تمہاری زمین کا ہم زاد سیارہ ہے اور یہ کراچی کا شہر ہے اور زمانہ ۱۹۸۶ء کا ہے"
ناگ بولا۔
"مجھے اس کا علم ہو چکا ہے۔ تھیوسانگ ایک امید بندھتی ہے کہ ہو سکتا ہے ماریا سے یہاں کسی جگہ ملاقات ہو جائے۔ کیونکہ ہم نے اسے اسی زمین کے سیارے پر ۱۹۸۶ء عیسوی میں ہی جزیرے پر چھوڑا تھا"
تھیوسانگ نے کہا۔
"ہاں اور ماریا بلی کی شکل میں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں کراچی شہر کی بلیوں پر کڑی نظر رکھنی ہو گی"
"ایسا ہی کریں گے" ناگ نے کہا۔
تھیوسانگ اور ناگ کسٹم والوں کے دفتر سے نکل کر شہر کو جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئے۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"یہاں رہنے کے لیے ہمیں روپوں کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ یہاں روپوں کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزر سکے گا"
ناگ بولا۔
"میرے ہوتے ہوئے تمہیں روپے پیسے کی فکر نہیں کرنی چاہیئے تھیوسانگ۔ عنبر اور [illegible] تو ہم سے بچھڑ چکے ہیں۔ دعا کرو کہ یہاں ماریا سے ملاقات ہو جائے"
وہاں سے شہر کراچی کافی دور تھا۔ مگر چونکہ ان دونوں کو تھکن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے وہ چلتے چلتے گئے۔ گرمی بھی خاصی پڑ رہی تھی۔ لیکن ناگ اور تھیوسانگ کو گرمی بالکل نہیں لگ رہی تھی۔ ناگ نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"تھیوسانگ! یہ تو معلوم کرو کہ تمہاری طاقت واپس آئی ہے کہ نہیں؟"
تھیوسانگ بولا۔
"تم نے خوب یاد دلایا۔ ابھی آزما کر دیکھتا ہوں"
یہ کہہ کر تھیوسانگ سڑک سے ہٹ کر ایک چھوٹے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ٹیلے کی اوٹ میں آ گیا۔ ناگ بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ تھیوسانگ نے دیکھا کہ ایک بڑا سا پتھر زمین پر پڑا ہے۔ اس نے پتھر کو اپنی خاص انگلی سے چھوا اور دل ہی دل میں اس کے چھوٹا ہونے کا ارادہ کیا۔ یہ دیکھ کر ناگ اور تھیوسانگ خوشی سے اُچھل پڑے کہ پتھر جو کافی بڑا تھا۔ چھوٹا سا روڑا بن چکا تھا۔ ناگ نے کہا:

"اس بے چارے پتھر کو پھر سے بڑا کر دو کہیں ہمیں بُرا بھلا نہ کہتا رہے۔"

تھیوسانگ نے دوسری انگلی لگائی۔ پتھر پھر بڑا ہو گیا۔ وہاں سے کراچی شہر کی عظیم الشان بلڈنگیں نظر آ رہی تھیں۔ سڑک پر نئے ماڈل کی کاریں گزرنے لگی تھیں۔ لمبی لمبی بسیں اور ٹرک بھی چل رہے تھے کبھی کوئی رکشا بھی گزر جاتا تھا۔

ناگ اور تھیوسانگ باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ ناگ اُسے بتا رہا تھا کہ وہ یہاں کسی سانپ کی مدد سے کسی خفیہ خزانے میں سے کچھ ہیرے جواہرات نکال لے گا۔ اور انہیں بیچ کر وہ کچھ روپے اپنے خرچے کے لیے حاصل کر لیں گے۔ تھیوسانگ بولا۔

"ناگ یار ہم کسی خزانے سے ہیرے نکالنے کی بجائے یہاں اپنا شو کیوں نہ کریں۔ میرا مطلب ہے ہم اس شو میں ٹکٹ لگا کر لوگوں کو اپنے طلسمی کرتب دکھائیں گے اور یوں ذرا دل بھی بہل جائے گا۔ روپے بھی اکٹھے ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے اخبار میں ہمارا اشتہار اور تصویریں چھپی دیکھ کر اگر ماریا یہیں کہیں ہو تو وہ بھی ہمارے پاس آ جائے۔"

ناگ نے کہا۔

"تمہارا یہ خیال مجھے پسند آیا ہے۔ اس طرح سے ماریا کے ملنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ہم اخبار میں جادو کے کرتبوں والے شو کا جو اشتہار چھپوائیں گے۔ اس میں اپنی تصویریں بھی دیں گے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ اب ہم شہر میں چل کر کسی ایسے آدمی سے بات کر لیں جو ہمارے لیے اس شو کا بندوبست کر سکے۔"

یونہی باتیں کرتے اور جادو کے شو کا منصوبہ پکا کرتے تھیوسانگ اور ناگ کراچی شہر میں پہنچ گئے۔ وہ دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک کراچی کی کشادہ، شاندار اور بارونق سڑکوں پر گھومتے رہے ۔ آخر وہ ایک سینما ہاؤس کے سامنے پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ ٹکٹ لے کر اندر جا رہے تھے ۔ ناگ پہلے بھی کراچی شہر کی سیر کر چکا تھا ۔ اس نے تھیوسانگ سے کہا ۔

"میری رائے میں اس سینما ہال کے مالک سے بات کی جائے ۔ کہ ہم جادو کے کرتبوں کا شو کرنا چاہتے ہیں"

تھیوسانگ نے ناگ کی تجویز کو پسند کیا ۔ دونوں سینما ہال کے مینیجر کے کمرے میں آ گئے ۔ مینجر کسی کو فون کر رہا تھا ۔ تھیوسانگ اور ناگ کرسیوں پہ بیٹھ گئے ۔ مینیجر نے فون ختم کیا اور ناگ کی طرف بڑی بیزاری سے دیکھنے لگا ۔

"جی کیا بات ہے ؟ ٹکٹ چاہئیں آپ کو ؟ کھڑکی پر جا کر خرید لیں ۔ میرے پاس نہیں ہیں"

اس کی وجہ یہ تھی کہ ناگ اور تھیوسانگ کے کپڑے پرانے اور بوسیدہ تھے ۔ ان کی ڈاڑھیاں بھی بڑھی ہوئی تھیں ۔ ناگ نے کہا ۔

"جناب ہم آپ کے سینما ہال میں ایک شو کرنا

چاہتے ہیں"

مینیجر نے طنز کرتے ہوئے کہا ۔

"جن بھوتوں کا شو کریں گے جناب آپ ؟"

تھیوسانگ بولا ۔

"بات یہ ہے جناب کہ ہمارے پاس کچھ جادو کے ٹوٹکے ہیں ۔ ہاتھ کی صفائی ہے ۔ جادو نہیں ہے بس شعبدہ بازی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ لوگ انہیں پسند کریں گے"

مینیجر نے کہا ۔

"دیکھئے صاحب اس وقت میرے پاس ان باتوں کے لیے وقت نہیں ہے ۔ آپ تشریف لے جائیں ۔ ہمارا اپنا شو شروع ہونے والا ہے"

یہ کہہ کر مینیجر کسی کو پکارتا ہوا باہر نکل گیا ۔

ناگ اور تھیوسانگ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ ناگ بولا ۔

"میرا خیال ہے ہمیں سب سے پہلے اپنے حلیے ٹھیک کرنے چاہئیں میرے ساتھ آؤ"

ناگ اور تھیوسانگ سینما گھر سے نکل کر ایک طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چل پڑے۔ ناگ نے کہا۔

"سمندر کی طرف چلتے ہیں۔ کسی سمندری سانپ کو بلا کر میں اس سے سمندری خزانے کا پتہ پوچھتا ہوں۔ سمندر میں کئی جہازوں کے خزانے ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہمیں نئے کپڑے خریدنے اور کسی اعلیٰ ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے روپے چاہئیں۔"

وہ سمندر کے ایک ویران کنارے پر آ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ دور سمندر کے ساحل پر کچھ لوگ پکنک منا رہے تھے۔ ناگ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ایک بھورے رنگ کی چٹان کے پاس آگیا۔ اس نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں ضرور کوئی سانپ ہو گا۔"

ناگ پانی کے اندر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی خاص آواز نکال کر سمندر کے اندر رہنے والے کسی سانپ کو پکارا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سبز اور نیلی دھاریوں والا سانپ پانی پر تیرتا ہوا آیا اور ناگ کے پاؤں کے پاس آکر جھک کر بولا۔

"ناگ دیوتا آپ نے مجھے یاد کیا۔ میں حاضر ہوں۔"

ناگ نے پوچھا۔

"کیا یہاں سمندر میں کسی جگہ کوئی خزانہ ڈوبا ہوا موجود ہے؟"

سانپ بولا۔

"یہاں سے پندرہ میل دور سمندر کی تہہ میں دوسری جنگ کے زمانے کا ایک جہاز ڈوبا پڑا ہے۔ اس میں سونے کی سلاخوں کے بارہ بکس پڑے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"ایسا کرو کہ ان سلاخوں میں سے صرف ایک سلاخ ہمارے لیے لے آؤ۔"

سانپ نے ادب سے سر جھکایا اور سمندر میں ڈبکی لگا دی۔

ناگ، تھیوسانگ کو لے کر چٹان کے پاس آ کر ریت پر بیٹھ گیا۔ وہ ماریا اور کیپٹن عنبر کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد سمندری سانپ پانی کی لہروں میں سے باہر نکلا۔ اس نے منہ میں سونے کی ایک بال پوائنٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سامنے کی مگر اس سے موٹی سونے کی سلاخ پکڑا دی تھی۔

سونے کی سلاخ سانپ نے ناگ کے قدموں میں لاکر رکھ دی۔ ناگ نے اسے اٹھا کر غور سے دیکھا یہ خالص سونے کی سلاخ تھی۔ ناگ نے سانپ کا شکریہ ادا کر کے اسے واپس بھیج دیا۔

تھیو سانگ بولا۔

"اب ہمیں شہر میں جا کر اس سلاخ کو فروخت کرنا چاہیئے۔ مگر دکاندار ہم پر شک تو نہیں کرے گا؟"

ناگ بولا۔

"یار جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم چلو تو سہی یہ کام میرے لیے نئی بات تو نہیں ہے۔ کئی بار خزانوں کے جواہرات اور زیور بیچ چکا ہوں"

وہ شہر کے صرافہ بازار میں آگئے۔ اس بازار میں سناروں اور جواہریوں کی دکانیں تھیں۔ ایک دکان پر جا کر ناگ نے سونے کی سلاخ سنار کو دکھائی اور کہا کہ وہ اسے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ سنار سونے

کی سلاخ کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے کیبن میں اور کوئی نہیں تھا۔ سنار سیٹھ کو پورا یقین تھا۔ کہ یہ دونوں چور ہیں۔ اور سونے کی سلاخ چرا کر لائے ہیں۔ اس نے بڑی رعونت سے کہا۔

"کیوں بے۔ کتنے پیسے دے دوں اس کے؟"

ناگ اور تھیو سانگ کو سنار کا انداز بالکل پسند نہیں آیا۔ مگر انہوں نے تحمل سے کام لیا۔ ناگ نے کہا

"سیٹھ تم کتنے روپے دو گے؟"

سیٹھ بولا۔

"دو سو روپے دے دوں گا"

ناگ نے حیران ہو کر کہا۔

"سیٹھ یہ لوہے کی سلاخ نہیں ہے۔ خالص سونا ہے"

سیٹھ دانت نکال کر بولا۔

"ابے تم بھی تو چوری کر کے لائے ہو"

تھیو سانگ کو غصہ آگیا۔

"سیٹھ! کیا ہم تمہیں چور لگتے ہیں؟"

"چور نہیں تو چور کے بھائی ضرور ہو"

یہ کہہ کر سیٹھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا۔
"تھیو سانگ! سیٹھ کو اب بتا دو کہ تم اصل میں کون ہو۔"
سیٹھ بولا۔
"چور ہو۔ اور کون ہو۔ میں تو چور کی شکل دیکھ کر اسے پہچان لیتا ہوں۔"
تھیو سانگ کو اب بہت غصہ آرہا تھا۔ سیٹھ اس کے بالکل سامنے گدی پر بیٹھا تھا۔ کیبن میں ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ تھیو سانگ نے بازو آگے بڑھا کر سیٹھ کے گھٹنے کے ساتھ اپنی انگلی لگا دی۔ انگلی کے لگتے ہی سیٹھ ایک دم چھوٹا سا چوہا بن گیا۔ وہ گدی پر چھوٹا سا چوہا بن کر حیرت میں گم سم بیٹھا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ یہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اور وہ اتنا چھوٹا کیسے بن گیا ہے۔ وہ زور زور سے چلانے لگا۔ مگر اس کی آواز اتنی کمزور اور باریک تھی کہ سوائے ناگ، تھیو سانگ کے اور کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ تھیو سانگ نے سیٹھ کے سر پر انگلی رکھ کر اسے دبایا تو وہ اس کی انگلی کے نیچے آکر دب گیا۔ ناگ نے کہا۔

"تھیو سانگ! بس اب اسے بڑا کر دو۔"
تھیو سانگ نے دوسری انگلی سے سیٹھ کو چھوا تو وہ پلک جھپکنے میں پھر سے پورے قد کا سیٹھ بن گیا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ چہرہ فق تھا۔ آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔ جسم خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔
تھیو سانگ نے کہا۔
"سیٹھ اب بتاؤ کہ ہم چور ہیں کیا؟"
سیٹھ نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔
"شاہ جی! مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"
اور وہ تھیو سانگ کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا۔ ناگ نے اس کا سر اٹھا کر کہا۔
"ہمیں ہمارے سونے کی ٹھیک ٹھیک قیمت ادا کر دو۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔"
سیٹھ نے کانپتی انگلیوں سے میز کا دراز کھولا اور دس ہزار روپے کے نوٹ گن کر ناگ کے آگے رکھ دیئے۔

"ظہیر جی! یہی اس سلاخ کی قیمت ہے۔ مجھے معاف کر دیجیئے گا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ بڑے کرنی والے بزرگ ہیں۔"

ناگ اور تھیوسانگ مسکرانے لگے۔ ناگ نے سارے نوٹ اٹھا کر جیب میں رکھے اور سیٹھ سے کہا۔

"ہم کوئی بزرگ نہیں ہیں۔ ہم تو معمولی انسان ہیں۔ نہیں یہ جادوگری اس لیے دکھائی ہے کہ ہم تمہیں یہ سبق سکھانا چاہتے تھے کہ ہمیشہ دیانتداری سے کام لیا کرو۔ ایمانداری میں ہی برکت اور خدا کی رحمت ہے۔ انسان اگر کاروبار میں بے ایمانی کرے تو اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ نے تھیوسانگ کو ساتھ لیا اور دکان سے باہر نکل گیا۔

ناگ اور تھیوسانگ جب رقم لے دوکان سے باہر نکلے تو شام کا وقت ہو رہا تھا۔ بتیاں جل چکیں تھیں۔ وہ بازار میں نکل کر ایک گلی میں داخل ہو گئے کہ اس سے گزر کر وہ اس بازار میں جا سکتے تھے۔ جہاں وہ اپنے لیے نیا لباس خرید سکیں۔ جب وہ دونوں گلی کے درمیان میں پہنچے تو انہوں نے ایک مکا

کی کھڑکی سے کچھ سائے دیوار پر پڑتے دیکھے۔ جن میں دو سائے بڑے تھے ایک چھوٹا تھا۔ دو بڑے سایوں میں سے ایک نے ایک چھوٹے سائے کو قابو کیا ہوا تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اسے کھینچ کر کمرے سے باہر لے جا رہے ہیں اور چھوٹا سایہ اپنا ہاتھ کسی کی طرف بڑھا کر مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ جس سے وہ مدد لینا چاہتا ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔ اور نہ ہی اس کا سایہ دیوار پر پڑ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ناگ نے تھیوسانگ سے کہا کہ مجھے کچھ گڑبڑ لگتی ہے۔ پتہ نہیں یہ لوگ کیوں اس معصوم بچے پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ان سے کیا چاہتے ہیں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ دونوں اس مکان کی طرف بڑھے اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دروازے تک پہنچے۔ دروازہ اندر سے کنڈی لگا کر بند کیا ہوا تھا۔ ناگ نے ایک آواز سنی جو کسی کو کہہ رہی تھی۔ یہ بچہ اس وقت تک ہمارے پاس بطور یرغمال رہے گا۔ جب تک تم ہمارا قرض نہ ادا کر دو گے۔ کیونکہ جب تم نے ہم سے قرض لیا تھا تو وعدہ کیا تھا کہ اگر میں مقررہ مدت میں قرض ادا نہ کر سکا تو اپنا بچہ آپ لوگوں کو اس وقت تک کے لیے دے دوں گا۔ جب تک آپ کا قرض ادا نہ کر دوں گا۔ اور ہمیں یہ حق بھی حاصل ہے کہ ہم اس بچے سے گھر کا کام کاج لیں گے۔ اور اس کا کوئی معاوضہ بھی ادا کریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے۔ ہاں جب تم اپنے قرض کی رقم ادا کر دو گے۔ تمہارا بچہ تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں ایک بہت ہی کمزور اور بیمار لہجہ میں آواز سنائی دی سکندر تم یہ ظلم نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے یہ قرض اپنی بیٹی کی شادی پر لیا تھا۔ اس وقت میں تندرست تھا اور کام پر بھی جا رہا تھا۔ کیا ہوا اگر قدرت نے مجھے بیمار کر کے بستر ڈال دیا ہے۔ میں جلد ہی اچھا ہو جاؤں گا۔ اور کام پر جانا شروع کر دوں گا۔ اور پھر تمہاری پائی پائی ادا کر دوں گا۔ مگر وہ ظالم شخص نہ مانا اس نے دوسرے ساتھی کو پکارتے ہوئے کہا عبدل اسے پکڑ کر ساتھ لے چلو اور صبح کارخانہ میں مزدوروں کے ساتھ کام پر لگا دو۔ جب اس کے باپ کے پاس رقم ہو گی اور یہ مجھے ادا کر دے گا۔ اپنے بیٹے کو واپس لے آئے گا۔

لڑکے کا باپ بولا۔ سکندر یہ ظلم نہ کرو، میرے بیٹے نے میٹرک کا امتحان دینا ہے اور تمہیں معلوم ہے امتحان میں صرف تین ماہ رہ گئے ہیں۔ اگر تم اسے زبردستی لے گئے تو اس کا یہ سال ضائع ہو جائے گا۔ تمہیں نہیں معلوم میں نے کتنی مشکلات اور محنت کے بعد اپنے بیٹے کو اس مقام تک پہنچایا ہے۔ یہ میرے اچھے دنوں کی امید ہے تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سعید بڑا لائق، ہوشیار اور ذہین طالب علم

ہے۔ اور ہمیشہ اپنی کلاس میں فسٹ آتا رہا ہے۔ اور اب اسے اپنی دس سال کی محنت کا ثمر حاصل ہونا ہے۔ سکندر میرے بچے پر رحم کرو اسے چھوڑ دو۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ میں انشاء اللہ بہت جلد اچھا ہو جاؤں گا۔ تم نے ایک مشکل وقت میں جو میری مدد کی تھی اس کے لیے میں تمہارا بہت ممنون ہوں۔ تم اس ظلم سے اپنے اس احسان کو ضائع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس نیکی اور مہربانی کا تمہیں بہت اجر دے گا۔

ناگ اور تھیو سانگ دونوں اس گفتگو کو سن رہے تھے اور دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ رُکے اس لیے ہوئے تھے کہ شاید سکندر کو اس شخص پر رحم آ جائے۔ اور وہ بچے کو ماں باپ کے پاس چھوڑ جائے در اصل ناگ اور تھیو سانگ نہیں جانتے تھے کہ سعید کا باپ سکندر کا سگا بھائی ہے۔ اور وہ امیر آدمی ہے جبکہ اس کا بھائی شاہد غریب ہے۔ لیکن وہ اپنی غربت میں بھی خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ کیونکہ زندگی کے ایک حصہ میں آ کر شاہد کو احساس ہوا تھا کہ میں نے اپنے باپ کا کہنا نہ مانا کہ جو تعلیم حاصل نہیں کی یہ سب اسی کی وجہ سے ہے اگر میں پڑھا لکھا ہوتا تو ضرور کسی اچھی ملازمت میں ہوتا اور میرے حالات بھی سکندر کی طرح بہت اچھے ہوتے۔ اسی پر مزید ظلم یہ ہوا کہ وہ کوئی ڈھنگ کا کام بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ سیکھ سکا تھا۔ وہ اب صرف ایک چھابڑی فروش تھا۔
اپنی اس غلطی کا ازالہ وہ یوں کر رہا تھا کہ اپنے بیٹے سعید کی
تعلیم پر پوری توجہ دے رہا تھا۔ اس وجہ سے اس پہ اللہ
کا کرم تھا کہ اس کا بیٹا بھی بہت محنت کے ساتھ تعلیم حاصل
کر رہا تھا۔ اس نے آج تک کبھی بھی سکول کے علاوہ
ٹیوشن نہ پڑھی تھی۔ وہ صرف اور صرف اپنی ذہانت
اور محنت کے بل بوتے پر اپنی کلاس میں ہمیشہ اوّل آ
رہا۔ یہ بات اس کے چچا سکندر کو اچھی نہ لگتی تھی اور
اپنا خون ہو کر بھی خواہ مخواہ دل میں دشمنی رکھ لی تھی۔ کیونکہ
اس کا اپنا بیٹا بلال جس پر وہ تعلیم کے سلسلہ میں بے شمار
رقم خرچ کرتا تھا۔ کوئی اچھی پوزیشن نہ لیتا تھا۔ کئی دفعہ
تو وہ ایک ایک کلاس میں دو دو سال لگا چکا تھا۔ اب وہ
میٹرک میں تین سال سے تھا اور پاس نہیں ہو رہا تھا
جبکہ اس کا باپ اس بات کی بڑی خواہش رکھتا تھا۔ کہ
اس کا بیٹا میٹرک کر لے۔ ہوتا یہ تھا کہ بلال گھر سے تو تعلیم
کے لیے نکلتا مگر گھر سے باہر آ کر آوارہ دوستوں کے ساتھ
گھوم پھر کر چھٹی کے وقت گھر چلا جاتا۔ اس کے باپ
نے اس کے تین چار استاد رکھے ہوئے تھے جو اس کو
الگ الگ مضمون پڑھاتے تھے مگر اس کے باوجود وہ
تین سال سے میٹرک پاس نہ کر سکا تھا۔ کیونکہ جو استاد

اُسے پڑھانے آتے تھے وہ ان کی کوشش کے باوجود
بھی پڑھائی پر توجہ نہ دیتا تھا۔ یونہی استاد کوئی سبق
پڑھاتا تو وہ تھوڑی دیر کے بعد کہتا کہ میں سمجھ گیا ہوں
اور اب میں تھک گیا ہوں۔ مزید نہ پڑھ سکوں گا ماسٹر
مجبور تھے۔ وہ کیا کر سکتے۔ اب سکندر کو اس بات کا
دُکھ ہو رہا تھا کہ اس کے بھائی کا بیٹا جو کہ ہر سال اپنی
کلاس میں اوّل آتا ہے۔ میٹرک کے امتحان میں بھی اعلیٰ
نمبروں سے پاس ہوگا۔ اس طرح اس کی بہت بدنامی ہو
گی۔ خاندان کے لوگ کہیں گے کہ دیکھو سکندر کا بیٹا تین
سال میں میٹرک پاس نہیں کر سکا۔ اور سعید نے پہلی
ہی بار اتنے اچھے نمبروں میں میٹرک پاس کر لیا۔
یہی سوچ کر اس نے ایک پروگرام بنایا جو یہ تھا کہ اس
کے بڑے بھائی کی ایک بیٹی تھی جو کہ شادی کے قابل تھی۔
جس کی عزیزوں میں منگنی ہو چکی تھی۔ مگر ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی۔
وجہ یہ تھی کہ رحمت شادی کے تمام انتظامات مکمل کر چکا
تھا۔ کسر صرف اس بات کی تھی کہ اسے صرف چند ہزار روپے
درکار تھے۔ جس سے وہ بارات کی روٹی ٹِکا سکتا کہ اچانک
وہ بیمار ہو گیا۔ اُدھر لڑکے والوں نے بھی شادی کے لیے
جلدی کہنا شروع کر دیا۔ رحمت بہت پریشان تھا۔ ایک
طرف اس کی بیماری اور دوسری طرف لڑکے والوں کا شادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا مطالبہ۔ ایک دن اسے کسی نے آکر بتایا کہ لڑکے والوں کی نیت بدل رہی ہے۔ اگر تم نے جلدی شادی کا انتظام نہ کیا تو وہ لڑکے کی شادی کسی اور جگہ کر دیں گے۔

اصل میں اس میں بھی اس کے بھائی سکندر کی شرارت شامل تھی اور اس طرح جو منصوبہ اس نے بنایا تھا وہ اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس منصوبہ کے تحت وہ ایک روز رحمت کے گھر گیا اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد لڑکی کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا۔ رحمت نے چھوٹا بھائی سمجھتے ہوئے اُسے ساری صورتِ حال بتائی حالانکہ وہ تو خود تمام بات جانتا تھا۔ اس نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا۔ رحمت فکر کرنے کی کیا بات ہے میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں تم مجھ سے رقم ادھار لے لو۔ رحمت یہ سن کر خوش ہوا کہ اس کا بھائی اس کی کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس طرح وہ اپنی لڑکی کی شادی جلد کر سکے گا۔ لیکن نہ جانے کیوں اندر سے اس کا دل گھبرا اُٹھا۔ اور اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوا اور اس نے انکار کر دیا اور کہا نہیں سکندر رہنے دو میں صحت یاب ہو رہا ہوں۔ جلد ہی کچھ نہ کچھ انتظام کر لوں گا۔ میں آج ہی لڑکے کے باپ سے مل کر اُسے راضی کر لوں گا کہ وہ مجھے کچھ مہلت دے دے۔ مگر سکندر جو کسی منصوبہ کے تحت آیا ہوا تھا۔ اس نے بار بار زور دینا شروع کر دیا کہ نہیں

رحمت تم مجھ سے ادھار رقم لے لو اور اپنے اس قرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔ میں یہ رقم تمہیں اپنی خوشی سے بطور قرض دے رہا ہوں۔ قرض لینے میں کیا حرج ہے۔ تم مجھے واپس کر دینا۔ سکندر نے مجبور کر کے رحمت کو راضی کر لیا۔ کہ وہ اُدھار رقم لے کر شادی سے فارغ ہو جائے گا۔ سکندر نے جاتے ہوئے کہا۔ کہ رحمت اب تم لڑکی کی شادی کی تاریخ مقرر کر دو۔ اور جب شادی میں چار پانچ دن رہ جائیں گے تو میں تمہیں بارات کی روٹی کے لیے پانچ ہزار روپے دے دوں گا۔ اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اب اِدھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اِدھر سکندر اٹھ کر گیا تو لڑکے کا باپ آگیا۔ آج وہ رحمت کی خیریت سے پوچھنے آیا تھا۔ اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آج اس کی بجائے رحمت شادی کی بات کرے گا۔ وہ گھر سے سوچ کر آیا تھا کہ جا کر رحمت کا حال معلوم کرے گا۔ اور پھر اُسے دیکھ کر مناسب ہوا تو شادی کے لیے دن مقرر کرنے کی بات کرے گا۔ لڑکے کا باپ جب حال احوال پوچھ چکا تو رحمت بولا۔ خوشی محمد میں اب بیمار رہتا ہوں زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ پتہ نہیں کب چل دوں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ لڑکی کی شادی سے جلد از جلد فارغ ہو جاؤں اب تم اتفاق سے آ ہی گئے ہو تو ہم دونوں شادی کی تاریخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طے کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ رمضان کا مہینہ ہے۔ پچیس روزے گزر چکے ہوں۔ کہ یہ مناسب نہ ہو گا۔ کہ عید کے بعد جو پہلا جمعہ آئے اُس روز تم بارات لے آؤ۔ اور میں اس ذمہ داری سے فارغ ہو جاؤں۔ خوشی محمد کے ہاں تو سب تیاری مکمل تھی۔ اس نے فوراً ہاں کر دی۔ اور یہ کہہ کر چل دیا۔ لو بھئی رحمت میں چلتا ہوں تا کہ تمہاری بھابھی کو بھی خوشخبری دوں کہ وہ تیاری کر لے اُسے اپنے بیٹے کی شادی کا جلد از جلد ہونے کا بڑا ارمان ہے۔ سچ جانو یہ سن کر تو اس کی ڈبل عید ہو جائے گی۔ اور وہ چلا گیا۔

خوشی محمد کے جانے کے بعد رحمت نے اپنی بیوی کو بلایا۔ اور کہا کہ میں نے رضیہ کی شادی کی تاریخ عید کے بعد پہلا جمعہ کے دن طے کر دی ہے۔ وہ سن کر ہکا بکا ہو گئی۔ اسے تو چکر سا آ گیا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں تو کوئی انتظام ہی نہیں اور اس نے شادی کی تاریخ بھی طے کر دی ہے۔ اُسے سکندر اور خوشی محمد کے آنے کا پتہ ہی نہ چلا تھا۔ رحمت نے اُسے پریشان دیکھ کر اپنے اور سکندر کے درمیان ہونے والی گفتگو اُسے بتائی تو وہ حیران ہوئی کہ آج سکندر کو اچانک ہمارا کیسے خیال آ گیا۔ وہ تو کبھی ہمارے دروازہ کی طرف دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ پھر یہ سوچ کر آخر رحمت کا چھوٹا بھائی ہے۔ اُسے اپنے بھائی

کی بیماری اور تنگ دستی کا حال تو پتہ ہی تھا۔ شاید اس کے دل میں رحم آ گیا ہے۔ اور اس نے اس طرح حامی بھر لی ہو۔ بہر حال وہ اس بات پر خوش تھی کہ قدرت نے انتظام کر دیا اور وہ اپنی بیٹی کے بیاہ سے فارغ ہو رہی ہے۔

بارات میں جب پانچ روز رہ گئے۔ تو رحمت نے اپنے بیٹے سعید کو سکندر کے پاس بھیجا کہ دن قریب آ گئے ہیں سعید کو پانچ ہزار روپے دے دو تا کہ دلہن کے لیے سودا خریدا جا سکے۔ سعید جب سکندر کے پاس گیا تو اس نے سعید کو ٹالتے ہوئے کہا کہ میرے بھائی کو کہو مجھے اپنا وعدہ یاد ہے میں خود رقم لے کر ایک دو روز میں اس کے پاس آؤں گا۔ آخر جب بارات میں تین روز باقی رہ گئے تو سکندر پانچ ہزار روپے لے کر رحمت کے پاس چلا گیا اس کے ہاتھ میں ایک لکھا ہوا کاغذ تھا۔ اس نے پانچ ہزار روپے دیتے ہوئے رحمت سے کہا کہ بھائی اس کاغذ پر دستخط کر دو۔ رحمت تو سکتے میں آ گیا کہ سکندر کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے دل میں سوچا نہ جانے کاغذ پر کیا لکھا ہے۔ مجھے سعید کو بلا کر اسے پڑھوا لینا چاہیے۔ رحمت نے دستخط کرنے سے پہلے۔ سعید کو آواز دی وہ آیا تو اس سے کہا بیٹا پڑھنا اس کاغذ پر کیا لکھا ہے تمہارے چچا نے مجھے پانچ ہزار روپے ادھار دیئے اور کہہ رہا ہے۔ کہ اس کاغذ پر دستخط کر دو۔ سعید کا باپ جب یہ بات کر رہا تھا تو سعید ایک نظر میں وہ لکھا ہوا کاغذ پڑھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکا تھا۔ اور اُسے پڑھ کر اس کا رنگ سفید پڑ گیا تھا سعید
کے باپ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھبرا کر سعید سے کہا۔
بیٹے اس میں ایسی کیا بات لکھی ہے۔ جو تمہارا رنگ بدل گیا
جب سعید نے کاغذ پڑھ کر سنایا تو اس میں لکھا تھا کہ میں
نے سکندر سے پانچ ہزار روپے اُدھار لیے ہیں جو کہ میں چھ
ماہ میں ادا کر دوں گا۔ اور اگر میں ادا نہ کر سکا تو سکندر کو
یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ سعید کو اپنے کارخانہ میں جس کام پر چاہے
لگا لے اور جب تک رحمت پانچ ہزار روپے ادا نہ کر دے
سعید کے کارخانہ میں رہے گا اور اسے کسی کام کا کوئی معاوضہ
نہیں ملے گا۔ اور اس کے نیچے دستخط کرنے کے لیے خالی جگہ
تھی۔ یہ سن کر رحمت ایک دم غش کھا گیا۔ جس سے وقتی طور
پر سکندر گھبرا گیا مگر تھا سنگدل بھائی کو فوراً ہوش میں لایا اور
اس کے پاس بیٹھ کر بڑے پیار سے کہنے لگا کہ اس میں گھبرانے
کی کیا بات ہے کیا روپے لے کر تمہاری واپس کرنے کی نیت
نہیں ہے۔ یہ سب تو اس لیے لکھا ہے کہ تم روپے بروقت
ادا کر سکو۔ اب تم صحت یاب تو ہو رہے ہو۔ چھ ماہ میں
تم یہ رقم اکٹھی کر ہی لو گے۔ اگر کچھ کمی بیشی ہو گئی تو میں تمہیں
اور مہلت دے دوں گا۔ تم گھبراؤ نہیں۔ بے فکر ہو کر کاغذ پر
دستخط کرو۔ رحمت کاغذ پر دستخط کر کے روپے لینے نہیں چاہتا
تھا۔ اس نے انکار بھی کرنا چاہا مگر مجبور تھا کہ شادی ہونے

میں صرف تین دن باقی تھے۔ اور وہ اتنی جلد رقم کا انتظام نہ
کر سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے اگر اس وقت رقم نہ
لی تو کہیں بارات نہ رہ جائے تاریخ طے ہو چکی ہے۔ شاید
لڑکے والے مزید آگے تاریخ بڑھانے کی بجائے شادی ہی
سے انکار کر دیں۔ رحمت نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے اور اللہ
پر بھروسہ کرتے ہوئے رقم لے کر کاغذ پر دستخط کر دیئے۔
اور اب اس کاغذ کے بل بوتے پر وہ سعید کو لے جانا
چاہتا تھا۔ اصل میں اس کا مقصد یہی تھا کہ سعید میٹرک
کا امتحان نہ دے سکے۔ روپیہ تو اس کے پاس بہت
تھا۔ اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی لیکن وہ یہ برداشت
کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ خاندان میں سعید کی عزت بڑھے
اور وہ میٹرک پاس کرے۔ وہ اسے یہ خالی بٹھا کر اس
کا وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا جب سعید
ایک دفعہ امتحان سے رہ گیا تو خود ہی اس کا دل ٹوٹ جائے
گا۔ اور پھر کبھی میٹرک پاس نہ کر سکے گا۔ اور میں کارخانہ
میں اسے الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر کام پر لگا دوں گا۔ ناگ اور
تھیو سانگ نے دوبارہ آواز سنی جو کہہ رہی تھی عبدل دیکھے
کیا ہوئے چلو اسے اگر اس بڈھے کو ضرورت ہو گی تو روپیہ
کا انتظام کر کے اسے واپس لے آئے گا۔ عبدل روتے
سسکتے ہوئے سعید کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔ سکندر دیکھتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے زور سے ایک مرتبہ پھر کہا۔ لے آؤ اسے۔

یونہی دروازہ کھولا تو سکندر نے دیکھا کہ باہر دو اجنبی آدمی کھڑے ہیں، جنہیں اس نے کبھی بھی نہ دیکھا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی کہنے لگا تم یہاں کیا لینے آئے ہو کس سے ملنا ہے۔ ناگ نے کہا ہمیں تم ہی سے ملنا ہے جو ایک ظالم شخص ہے اور ایک معصوم پر ظلم کر رہا ہے۔ چھوڑ دو اسے ورنہ تمہارا انجام بُرا ہو گا۔ میں نے تمہاری تمام گفتگو سن لی ہے۔

سکندر نے کہا۔ تم کون ہو مجھے روکنے والے۔ اس آدمی نے میرا قرض دینا ہے اس کے عوض اس نے مجھے لکھ کر دیا ہے کہ اگر قرض ادا نہ کر سکا تو مجھے یہ حق حاصل ہے کہ اس کے عوض میں اس کا بیٹا لے جاؤں۔ اس تحریر کے مطابق یہ میرا قانونی حق ہے۔ اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔

ناگ کو اس کی بات سن کر غصہ تو بہت آیا مگر وہ اس معاملے کو زیادہ الجھانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے باہر کھڑے کھڑے فیصلہ کر لیا تھا کہ رقم اس کے پاس موجود ہے۔ وہ ادا کر کے اس بچے کو یرغمال ہونے سے بچا لے گا۔ لیکن وہ اس شخص کی اندر کی بات جاننے کے لیے

بے تاب تھا کہ آخر لڑکے کو یرغمال بنانے میں اس کا کیا مقصد پوشیدہ ہے۔

ناگ نے کہا۔ تم کسی کی مجبوری سے غلط فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ مجھے تمہارے اندر ایک مکروہ چہرہ نظر آتا ہے۔ اس بچے کو یرغمال بنانے میں یقیناً تمہارا کوئی غلط مقصد پوشیدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم فوراً اس بچے کو چھوڑ دو۔ ورنہ اس کے جو نتائج ہوں گے اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔ ناگ نے ابھی بات ختم بھی کی تھی کہ سکندر نے عبدل کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ ختم کر دو اس کو۔ عبدل نے یہ سنتے ہی سعید کو چھوڑ دیا اور خنجر نکال کر ناگ پر حملہ آور ہو گیا۔ لیکن درمیان میں تھیوسنگ تھا۔ اس نے جو یہ صورت حال دیکھی تو پاس سے گزرتے ہوئے عبدل کو اپنی خاص انگلی سے چھو دیا اب عبدل ایک چوہے جتنا ہو کر پھدک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر سکندر حواس باختہ ہو گیا اور ڈر گیا کہ کہیں یہ لوگ مجھے بھی چھوٹا نہ کر دیں۔ بھاگنے کی کوشش کی لیکن ناگ نے اسے قابو کر لیا۔ دوسری طرف تھیوسانگ نے عبدل کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ جو منمنا رہا تھا۔ رو رہا تھا۔ معافی مانگ رہا تھا اور توبہ کر رہا تھا کہ آئندہ کبھی وہ غلط حرکت نہیں کرے گا۔ اسے اس کی اصلی حالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں واپس لایا جائے۔

ناگ نے عبدل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سکندر سے کہا کہ تم انسان رہنا چاہتے ہو یا تمہیں بھی چوہا بنا دیا جائے۔ اب فوراً اپنے گندے خیالات کا اظہار کرو تم کیوں اس بچے کو یرغمال بنانا چاہتے تھے۔ اس میں تمہارا کیا مقصد پوشیدہ ہے۔ سکندر خوفزدہ ہو چکا تھا۔ جھوٹ بولنے کے باوجود نہ بول سکا۔ اور تمام صورت حال ناگ کو بیان کر دی۔ جو آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ ناگ نے اُسے بہت شرمندہ کیا۔ اور کہا تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو کہ آئندہ ان کو یا ان جیسے غریب لوگوں کو کبھی پریشان نہیں کرو گے۔ اللہ نے جو تمہیں اپنی رحمت سے مال و زر سے نواز رکھا ہے۔ اس اللہ کی راہ میں بھی خرچ کیا کرو گے۔

یہ شور سن کر رحمت اور اس کی بیوی بھی دروازے میں آچکے تھے۔ انہوں نے جب سکندر کے منہ سے اصل حقیقت جانی تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ لیکن ناگ نے ان کو بھی سمجھایا کہ تم فراخدل لوگ ہو اسے معاف کر دو۔ اللہ تمہیں اجر دے گا۔ رحمت نے سکندر کو ناگ کے کہنے پر اسی وقت معاف کر دیا۔ رحمت کے معاف کرنے کے بعد ناگ نے اپنی جیب سے سے پانچ ہزار روپے نکالے اور کو دیتے ہوئے کہا۔ کہ وہ کاغذ واپس کر دو۔ سکندر نے پانچ ہزار روپے لینے سے انکار کر دیا اور کاغذ جیب سے نکال کر پھاڑ دیا۔ ناگ نے دوبارہ سکندر کو روپے دینے کی کوشش کی تو اس نے کہا رحمت بھائی نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آپ بھی مجھے معاف کر دیں۔ آپ اپنی رقم اپنے پاس رکھیں۔ اب میں یہ رقم کبھی واپس نہ لوں گا۔ میں راستہ بھٹک گیا تھا اور اب میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ کہ آئندہ بھی کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ جس سے انہیں یا کسی کو بھی مجھ سے تکلیف پہنچے۔ رحمت بھائی کی بیٹی میری بیٹی ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ میں نے رقم اپنی بیٹی کو دی تھی۔ ناگ نے جب یہ سنا تو رحمت سے کہا تو یہ رقم میری طرف سے تم رکھ لو۔ بیٹی کی شادی پر کام آئے گی۔ رحمت نے بھی رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا نہیں بھائی اب مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں۔ میرے بھائی نے اپنی رقم میری بیٹی کو دے دی ہے۔ تو اب مجھ پر کسی کا بوجھ نہیں ہے میں یہ رقم لے کر کیا کروں گا۔ اب میں صحت یاب ہو رہا ہوں۔ جلد اپنا کام سنبھال لوں گا۔ ہم سب آپ دونوں کے ممنون ہیں۔

ناگ اور تھیوسانگ نے سب کو خدا حافظ کہا اور چل دیئے اس بات چیت میں کسی کو خیال ہی نہ رہا کہ عینا جو کہ چھوٹا ہو چکا تھا۔ ابھی تک تھیوسانگ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باریک سی آواز سنائی دی "مجھے بھی معاف کر دو۔ اور مجھے بڑا کر دو۔" سب نے عبدل کی ہاں میں ہاں ملائی اور تھیو سانگ نے عبدل کو بڑا کر دیا۔ عبدل نے بڑا ہوتے ہی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے ایک دفعہ پھر معافی مانگی، لیکن اس عرصہ میں ناگ اور تھیو سانگ سیڑھیاں اُتر کر جا چکے تھے۔

سب سے پہلے انہوں نے شیو بنوائی۔ بال کٹوائے۔ حمام میں جا کر غسل کیا۔ الفنسٹن سٹریٹ میں جا کر نئی جینز اور قمیض خرید کر پہنیں۔ نئے جوتے لیے۔ ایک بریف کیس بھی خرید لیا۔ اس میں باقی نوٹ رکھ کر اسے تالا لگا دیا۔ اور کراچی کے ایک تھری سٹار ہوٹل میں دو بیڈ روم والا کمرہ لے لیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر ناگ اور تھیو سانگ اسی سینما ہاؤس کے مینجر کے پاس پہنچ گئے۔ پہلے تو اس نے ناگ اور تھیو سانگ کو پہچانا ہی نہ۔ کیونکہ وہ ایک دم سے بڑے سمارٹ ہو گئے تھے۔ جب ناگ نے اسے یاد دلایا کہ ہم صبح کو بھی آئے تھے اور سینما ہال میں جادو کا شو کرنا چاہتے ہیں، تو مینجر نے انہیں پہچان لیا۔ اس نے پوچھا۔

"تم لوگ کس قسم کے کرتب دکھا سکتے ہو۔"

ناگ نے کہا۔

"میں ایک صندوق میں چھپ جاتا ہوں، لوگوں کے سامنے اس میں داخل ہوتا ہوں اور پھر جب صندوق کھولا جاتا ہے۔ تو اس کے اندر میری بجائے ایک سانپ یا کوئی پرندہ ہوتا ہے۔"

مینجر ہنسنے لگا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"یہ کوئی جادو نہیں بلکہ شعبدہ بازی ہے۔ اصل میں ہم دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اس طرح ہپناٹائز کر دیتے ہیں۔ کہ انہیں میری بجائے کوئی پرندہ نظر آتا ہے۔ حالانکہ اصل میں میں انسانی حالت میں ہی موجود ہوتا ہوں۔"

مینجر سر کھجانے لگا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تو مجھے پہلے خود آزما کر دیکھنا ہو گا۔"

ناگ نے کہا۔

"آپ ابھی آزما کر دیکھ سکتے ہیں۔"

"ابھی؟" مینجر نے حیرت سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ابھی۔" ناگ بولا "میں اس کرسی پر
آپ کے سامنے انسانی شکل میں بیٹھا ہوں میرا
دوست آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
ہپناٹائز کر دے گا۔ اور پھر میں آپ کو سانپ
کی شکل میں نظر آؤں گا۔ کیا میں یہ کرتب کر
کے دکھاؤں؟"

مینجر نے کہا۔

"ایک منٹ ٹھہرو۔ میں دروازہ بند کر لوں"

مینجر نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر اپنی کرسی پر
بیٹھ کر بولا۔

"اب تم اپنا کرتب دکھاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ
تم لوگ ایسا نہیں کر سکو گے۔ یہ سائنس کا
زمانہ ہے"

ناگ نے تھیوسانگ کو اشارہ کیا۔ تھیوسانگ نے یونہی
جھوٹ موٹ مینجر کی طرف دیکھ کر اپنے ہاتھوں کو
جادوگروں کی طرح فضا میں دو چار بار گھمایا اور
ناگ سے کہا۔

"میرے دوست! مینجر کو میں نے ہپناٹائز
کر دیا ہے"

ناگ نے مینجر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے

کہا۔

"اب میں تمہیں سانپ کی شکل میں دکھائی
دوں گا۔ مجھے غور سے دیکھتے رہو"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے سانس اندر کھینچا تو مینجر
کا رنگ خوف کے مارے زرد ہو گیا کیونکہ اس کے
سامنے کرسی پر انسان کی جگہ ایک سیاہ کوبرا سانپ اپنا
پھن اٹھائے بیٹھا جھوم رہا تھا۔

ناگ نے اس خیال سے کہ کہیں مینجر زیادہ خوف نہ
کھا جائے۔ فوراً اپنی شکل بدلی اور انسانی روپ میں آ گیا۔
مینجر ابھی تک اپنے ہوش میں نہیں آیا تھا۔ اس کی آنکھیں
کھلی تھیں اور ہکا بکا سا ہو کر ناگ کو تک رہا تھا۔
ناگ نے پوچھا۔

"کیا خیال ہے مینجر صاحب؟ آپ کو میں
سانپ کی طرح نظر آیا تھا نا؟"

مینجر نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ تو کمال کا شعبدہ ہے۔ میں نے ایسا
جادوئی کھیل زندگی میں آج تک نہیں دیکھا
آپ کا نام کیا ہے؟ کہاں ٹھہرے ہیں
آپ؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مینجر نے اسی وقت ناگ اور تھیو سانگ کے لیے کوکا کولا منگوایا۔ ناگ نے اپنا نام ناگ اور تھیو سانگ کا نام بھی تھیو سانگ ہی بتایا۔ مینجر اب ان کی بہت زیادہ خوشامد کر رہا تھا۔ اس نے شو کرانے کی فوراً حامی بھر لی اور کہا۔

"شو کی جتنی آمدنی ہو گی اس میں سے سینما ہال کا کرایہ اور اخراجات نکال کر میں آپ کو آدھا منافع دوں گا۔ باقی آدھا میرا ہو گا۔"

ناگ اور تھیو سانگ کو روپوں کی اور منافع کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے فوراً ہاں کہہ دی اور کہا۔

"لیکن اخباروں میں ہمارا ایک اشتہار ضرور چھپے گا۔"

مینجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ضرور چھپے گا۔ پبلسٹی بھی تو کرنی ہو گی۔"

مینجر نے دراز میں سے کاغذ نکال کر ناگ اور تھیو سانگ کے سامنے رکھ دیا۔

ماریا ماڈل ٹاؤن میں

کاغذ پر ناگ اور تھیو سانگ نے دستخط کر دیئے۔

دوسرے ہی روز اخباروں میں ناگ اور تھیو سانگ کی تصویروں کے ساتھ ایک اشتہار چھپا۔ کہ جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ اتوار کے دن مسٹر ناگ اور مسٹر تھیو سانگ سینما ہال میں جادو کے کرتب دکھائیں گے جنہیں دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں گے۔ اتوار میں ابھی دو روز باقی تھے۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اتنی دیر میں آپ کو ماریا کے بارے میں بھی وہ واقعات بتا دیں جو اس کے ساتھ گزرے۔ آپ نے پچھلی قسط میں پڑھا تھا کہ ماریا رات کے اندھیرے میں لاہور کے مقبرہ جہانگیر کے پچھواڑے ایک کوٹھڑی میں موجود تھی۔ یہاں دو بدمعاش ایک لڑکے کو اغوا کر کے لائے تھے۔ لڑکے کو ہوش آنے لگا تو ایک بدمعاش نے اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈنڈا مار کر پھر بے ہوش کرنا چاہا تو ماریا نے ڈنڈا اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور بدمعاشوں کو ایسا پیٹا کہ وہ بھوت بھوت پکارتے وہاں سے بھاگ گئے۔

ماریا نے لڑکے کو بوری میں سے نکالا۔ یہ آٹھ نو سال کا لڑکا تھا۔ جو ابھی تک پوری ہوش میں نہیں آیا تھا۔ ماریا کو یہ بھی احساس تھا کہ وہ اس کی آواز سے ڈر کر پھر بے ہوش ہو جائے گا۔ ماریا جانتی تھی کہ بدمعاش دوبارہ اس کوٹھڑی کا رُخ نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے کوٹھڑی بند کی اور وہاں سے تیزی سے پرواز کرتی شاہدرہ علاقے کی پولیس چوکی میں آگئی۔

پولیس تھانے میں ایک حوالدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ باقی سپاہی سو رہے تھے۔ ماریا نے اونگھتے ہوئے حوالدار کا سر زور سے ہلا دیا۔ حوالدار نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اور حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ اسے کس نے ہلا دیا ہے۔ وہ سمجھا کہ شاید خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ دوبارہ اونگھنے لگا تو ماریا نے اس کے کان کے قریب آ کر کہا۔

"ہوشیار بنو۔ ڈیوٹی پر ہوشیار ہو کر بیٹھا کرو۔"

ایک تو حوالدار کی چیخ نکل گئی۔ ماریا نے کہا۔

"میری بات غور سے سنو۔ مقبرہ جہانگیر کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں ایک لڑکا نیم بے ہوش ہے۔ دو بدمعاش اسے اغوا کر کے لائے تھے۔ میں نے انہیں بھگا دیا ہے۔ تم فوراً پولیس لے کر جاؤ اور لڑکے کو اپنی حفاظت میں لے لو اور اُسے اس کے ماں باپ کے پاس پہنچا دو۔ اُٹھو!"

حوالدار کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے تھے۔ اس نے کانپتے ہوئے کہا۔

"اچھا جی۔ ابھی جاتا ہوں۔ مگر آپ کون ہیں؟"

ماریا نے حوالدار کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔ حوالدار کی ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

"خاموشی سے اپنی ڈیوٹی ادا کرو۔ جلدی کرو۔"

حوالدار نے بوکھلا کر فوراً سیٹی بجا دی۔ سپاہیوں کو جگایا اور جیپ پر بیٹھ کر سیدھا مقبرے والی کوٹھڑی کے باہر آگیا۔ واقعی اندر ایک لڑکا نیم بے ہوش پڑا تھا۔ حوالدار نے اسی وقت لڑکے کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ ماریا نے حوالدار سے کہا۔

"ارے، فوراً اس کے ماں باپ کے پاس پہنچا دو۔ اگر تم نے ذرا بھی سستی کی تو میں تمہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا چبا جاؤں گی۔"

حوالدار نے ہاتھ باندھ لیے اور بولا۔

"میں ابھی اس کے ماں باپ کا پتہ معلوم کرتا ہوں۔"

ماریا جب مطمئن ہو گئی تو وہاں سے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد لاہور شہر میں دن نکل آیا۔ اپریل کا موسم تھا۔ باغوں میں پھول کھل رہے تھے۔ سڑکوں پر بچے بسوں اور تانگوں میں سوار اسکول جا رہے تھے۔ دکانیں کھل چکی تھیں۔ شہر میں رونق ہی رونق تھی۔ ماریا شہر کی سیر کرتی ماڈل ٹاؤن کے بس سٹاپ کے پاس آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ بس سٹاپ پر عورتیں بچے اور مرد بس کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ ایک لڑکی ہاتھ میں پرس لیے کھڑی تھی۔

اتنے میں پیچھے سے ایک آدمی سکوٹر پر سوار بڑی تیزی سے آیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لڑکی کے ہاتھ سے پرس نوچا اور سکوٹر کو تیز تیز چلاتا سڑک پر نکل گیا۔ لڑکی نے شور مچا دیا۔ مگر وہاں اس کی کون مدد کرتا۔ سب منہ دیکھتے رہ گئے۔

لیکن ماریا یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھلا کیسے خاموش

رہ سکتی تھی۔ وہ اس وقت سڑک سے دس فٹ کی بلندی پر تھی۔ جونہی اس نے ایک سکوٹر سوار کو لڑکی کا پرس چھین کر بھاگتے دیکھا وہ تیزی سے آگے کو بڑھی۔ سکوٹر سوار ماڈل ٹاؤن کے ڈی بلاک کی طرف تیز رفتاری سے بھاگا جا رہا تھا۔ ماریا اس کے سر کے اوپر آ گئی۔ ماریا بھی سکوٹر کی رفتار کے ساتھ ہی اُڑ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے نیچے آ کر سکوٹر سوار کے ہینڈل کو ایک طرف گھمایا۔ سکوٹر کو اپنے کنٹرول سے باہر ہوتے دیکھ کر پرس چور نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی مگر بھلا وہ ماریا کا مقابلہ کہاں کر سکتا تھا۔

سکوٹر اپنے آپ دائیں جانب ایک پارک کے درختوں کی جانب گھوم گیا۔ پرس چور گھبرایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ سکوٹر اپنے آپ رک گیا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے سکوٹر کو پیچھے سے پکڑ رکھا ہے۔ ماریا نے پرس چور کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔ پرس چور پرس پھینک کر بھاگنے لگا تو ماریا نے اسے گردن سے پکڑ کر وہیں کھڑا کر دیا اور بولی۔

"یہ ڈاکے تم کب سے مار رہے ہو؟"

پرس چور سکوٹر سوار تو اس غیبی آواز پر تھر تھر کانپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگا۔ ماریا نے کہا۔

"یہ پرس اٹھاؤ۔ سکوٹر پر بیٹھو اور جس لڑکی کا یہ پرس ہے اس کو جا کر پیش کرو اور معافی مانگو۔"

سکوٹر سوار تو بھونچکا ہو گیا تھا۔ دہشت سے اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں تھیں۔ ماریا نے اس کے منہ پر ایک تھپیڑ مار کر کہا۔

"کھڑے کیوں ہو۔ جیسا میں کہہ رہی ہوں ویسے کرو۔ چلو۔"

پرس چور اس غیبی طاقت سے خوف زدہ تھا۔ جس نے اُسے اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ اس نے پرس اُٹھایا۔ سکوٹر پر بیٹھا اور اِسے اسٹارٹ کر کے واپس بس اسٹینڈ کی طرف چلنے لگا۔ ماریا اس کے سر کے اوپر تھی۔ اس نے کہا۔

"خبردار۔ بھاگنے کی کوشش مت کرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گی۔"

پرس چور اپنے حواس کھو چکا تھا اور سیدھا بس اسٹینڈ پر پہنچ گیا۔ وہاں اب پولیس کا ایک سپاہی بھی آ گیا

تھا۔ لڑکی اسے بتا رہی تھی کہ اس کے پرس میں اس کا پاسپورٹ اور کچھ روپے تھے۔ اتنے میں پرس چور کو آتے دیکھ کر لوگوں نے اِسے وہیں پکڑ لیا۔ پرس چور نے پرس لڑکی کو دے کر کہا۔

"بہن! مجھے معاف کر دو۔ آئندہ سے میں یہ کام نہیں کروں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔"

سپاہی نے اِسے دبوچ لیا اور کہا۔

"ڈاکو کے پُتر اب تو پہلے تھانے چلو۔ پھر تم سے بات ہو گی۔"

ماریا نے سوچا کہ پرس چور ایک نوجوان لڑکا ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ اب وہ ایسا بُرا کام نہیں کرے گا۔ اب اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو پولیس اِسے بہت مارے گی۔ پھر وہ قید ہو جائے گا۔ جیل میں وہ دوسرے قیدیوں سے بُری باتیں سیکھ جائے گا اور جب جیل سے رہا ہو کر نکلے گا۔ تو پکا چور بن چکا ہو گا۔ اور یوں اس لڑکے کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے جیل جانے سے بچا کر اس سے وعدہ لیا جائے کہ یہ آئندہ سے کبھی کوئی بُرا کام نہیں کرے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چنانچہ جب سپاہی اس پرس چور لڑکے کو کھینچ کر تھانے کی طرف لے جانے لگا تو وہ بولا۔

"میں خدا کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمیشہ نیک زندگی بسر کروں گا اور کبھی چوری نہیں کروں گا۔ مجھے تھانے نہ لے جائیں۔ میرے ماں باپ بہت شریف لوگ ہیں۔ وہ بدنام ہو جائیں گے۔ میں بُری صحبت سے بگڑ گیا تھا۔ اب سیدھے راستے پر آگیا ہوں"

مگر کسی کو اس پر رحم نہیں آیا۔ سپاہی نے اسے زور سے تھپڑ مار کر کہا۔

"تھانے چل کر تمہاری پہلی چوریاں بھی نکال لیں گے۔ چلو آگے آگے"

پرس چور لڑکا رونے لگا۔ ماریا کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اب کبھی چوری نہیں کرے گا اور وہ خدا کے آگے دل سے معافی مانگ چکا ہے چنانچہ وہ سپاہی کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ سپاہی نے پرس چور لڑکے کا بازو مروڑ کر اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ اس کا سکوٹر بس سٹاپ پر ہی ایک دکاندار کے پاس رکھوا دیا گیا تھا۔

جب سپاہی ذرا ویران علاقے میں پہنچا تو ماریا نے سپاہی کے بازو پر زور سے ہاتھ مارا۔ سپاہی ہڑبڑا کر پیچھے کو گر پڑا۔ لڑکا آزاد ہو گیا۔ ماریا نے اسے کہا۔

"بھاگنا مت۔ اسی جگہ کھڑے رہو"

لڑکا وہیں ٹھہر گیا۔ سپاہی نے ایک لڑکی کی غیبی آواز سنی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ماریا نے سپاہی کی گردن پکڑ کر اسے اٹھایا اور گرج دار آواز میں کہا۔

"یہاں سے بھاگ جاؤ۔ یہ لڑکا خدا کے آگے توبہ کر چکا ہے۔ اب یہ کبھی چوری نہیں کرے گا۔ تم یہاں سے دم دبا کر بھاگو۔ بھاگو"

اور ماریا نے سپاہی کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ سپاہی پہلے ہی ڈرا ہوا تھا۔ ایسا بھاگا کہ پھر پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ماریا نے لڑکے سے کہا۔

"کیا تم دل سے اقرار کرتے ہو کہ اب کبھی چوری نہیں کرو گے۔ کسی لڑکی کا پرس نہیں چھینو گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں۔ کہ اب کبھی چوری نہیں کروں گا۔ کسی لڑکی کو تنگ نہیں کروں گا۔ پانچ وقت نماز پڑھوں گا اور نیک زندگی بسر کروں گا۔"

ماریا نے کہا۔

"شاباش! لیکن اگر تم نے پھر کبھی ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچا تو یاد رکھو میں وہیں پہنچ کر تمہیں ٹھیک کر دوں گی۔"

لڑکے نے کہا۔

"نہیں —— نہیں۔ اب میں نیک بن جاؤں گا۔ میں نے خدا سے معافی مانگ لی ہے۔ میں کبھی برا کام نہیں کروں گا۔"

ماریا بولی۔

"تو پھر چلو۔ بس سٹاپ والے دکاندار سے اپنا سکوٹر اٹھاؤ۔"

لڑکے نے گھبرا کر کہا۔

"وہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے۔"

ماریا بولی۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم فکر مت کرو۔"

لڑکا تیز تیز قدموں سے بس سٹاپ کی طرف چلنے لگا۔

ماریا اس کے ساتھ تھی۔ سٹاپ کے پاس پھل والے کھوکھے کے باہر اس کا سکوٹر کھڑا تھا۔ پھل فروش پہلوان نے لڑکے کو دیکھا تو چلا کر بولا۔

"ارے یہ بھاگ کر آگیا ہے۔ اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کرو۔"

لڑکے نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ مجھے پکڑنے لگے ہیں۔"

وہ اصل میں ماریا سے کہہ رہا تھا۔ جو اسے نظر نہیں آرہی تھی۔ ماریا نے پھل فروش پہلوان کے موٹے پیٹ پر ایک مکا مارا تو وہ گدی پر پیچھے کو گر پڑا۔ ساتھ ماریا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"خبردار جو کسی نے اس لڑکے کو ہاتھ لگایا۔ اسے اپنا سکوٹر لے جانے دو۔"

پھل فروش پہلوان تو غیبی آواز اور غیبی مکا کھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر بے ہوش ہو گیا۔ لوگ وہاں سے ڈر کر بھاگ گئے۔
ماریا نے لڑکے سے کہا۔

"اپنا سکوٹر لے کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اور اپنے وعدے کو یاد رکھنا۔ اب نیک بن کر رہنا۔ اور اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال رکھنا"

لڑکے نے کہا۔

"ایسا ہی کروں گا ماں جی"

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"ارے میں تمہاری ماں کی عمر کی نہیں ہوں۔ میں تمہاری بہن جتنی بڑی ہوں"

لڑکے نے سکوٹر سٹارٹ کیا اور فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔

ماریا ابھی تک ہنس رہی تھی۔ بس سٹاپ خالی ہو گیا تھا۔ لوگ اِدھر اُدھر سہمے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ کہ بس سٹاپ پر کوئی بھوت آگیا ہے۔ ماریا ان کے اوپر سے مسکراتی ہوئی پرواز کر گئی۔ وہ ماڈل ٹاؤن کی کوٹھیوں کے اوپر پرواز کر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ آسمان پر ایک خوب صورت پتنگ جو کٹ گئی تھی اُڑتی

ہوئی چلی جا رہی تھی۔ نیچے ایک مکان کی چھت پر ایک دس بارہ سال کا لڑکا بڑی حسرت سے اس کٹی ہوئی پتنگ کو دیکھ رہا تھا۔ ماریا نے اپنے آپ کو اوپر اٹھا لیا۔

وہ فضا میں اوپر کو غوطہ لگاتی ہوئی پتنگ کے پاس آئی اس کی ڈور کو پکڑا اور اسے کھینچتی ہوئی نیچے لڑکے کے پاس لا کر چھت پر ڈال دیا۔ لڑکا ہکا بکا ہو کر پتنگ کو دیکھنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ یہ پتنگ فضا میں سے اُتر کر اس کے پاس کیسے آگئی۔ مگر اُسے پتنگ کی اتنی خوشی ہوئی کہ اسے اٹھا کر خوشی سے اُچھلتا ہوا نیچے اُتر گیا۔

ماریا مسکرائی۔ اسے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ وہ ایک بار پھر ماڈل ٹاؤن کے آسمان پر درختوں کے اوپر ہی اوپر اُڑتی شہر کی طرف چل پڑی۔ اب سورج غروب ہو گیا اور شام گہری ہو گئی تھی۔ سڑکوں پر بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ کوٹھیوں اور دکانوں میں بھی بلب جلنے لگے تھے۔ ماریا مال روڈ کے اوپر سے ہوتی ہوئی واپس جہانگیر کے مقبرے میں آگئی۔

وہ رات اس نے مقبرے میں ہی بسر کی۔

دوسرے دن مقبرے سے نکل کر شہر میں آئی تو ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بک سٹال پر کتابیں دیکھنے کے لیے رک گئی۔ یہاں عنبر ناگ ماریا کی کتابیں بھی پڑی تھیں۔ ماریا ایک کتاب اٹھا کر پڑھنے لگی۔ دکاندار کی اتفاق سے نظر پڑ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے عنبر ناگ ماریا کی "قسط نمبر ۱۲۰ غائب ہو گئی تھی۔ پہلے تو وہ اِسے اپنا وہم سمجھا۔ پھر جب اس نے غور سے دیکھا تو وہاں قسط نمبر ۱۲۰ نہیں تھی۔ حالانکہ اس نے صبح خود یہ قسط وہاں لگائی تھی۔ اتنے میں ایک لڑکے نے وہاں آکر کہا۔

"وہ جی مجھے عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۱۹ اور قسط نمبر ۱۲۰ چاہیئے"

دکاندار کے پاس عنبر ناگ ماریا کی ۱۲۰ نمبر کی ساری قسطیں بک چکی تھیں۔ صرف وہی ایک آخری کاپی رہ گئی تھی۔ جو اس کی آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئی تھی۔ اس نے لڑکے سے کہا۔

"یار ابھی یہاں رکھی تھی قسط نمبر ۱۲۰ نہ جانے کہاں چلی گئی"

ماریا نے یہ سنا تو جلدی سے قسط نمبر ۱۲۰ واپس رکھ دی۔ لڑکے نے کہا۔

"وہ پڑی ہے قسط نمبر ۱۲۰ جناب"

دکاندار نے کتاب کو واپس پڑے دیکھا تو بھونچکا سا ہو کر اپنا سر کھجانے لگا۔

ایک آدمی اخبار پڑھ رہا تھا۔ وہ بولا۔

"ملک صاحب کراچی میں کوئی جادو کا تماشہ ہو رہا ہے۔ یار یہ تماشہ ہمارے لاہور شہر میں بھی ہونا چاہیئے"

دکاندار نے کہا۔

"ارے بھائی جادو وادو کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سب پیسے کمانے کے ڈھنگ ہیں"

دوسرا آدمی اخبار آگے کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو تو ملک صاحب —— جادو گروں کی تصویر بھی چھپی ہے۔ ایک کا نام ناگ ہے اور دوسرے کا —— کچھ عجیب سا نام ہے"

ماریا ناگ کا نام سنتے ہی چونک پڑی۔

اس نے لپک کر اس آدمی کے ہاتھ سے اخبار چھین لیا۔ اخبار اچانک غائب ہوا تو وہ آدمی ششدر ہو کر رہ گیا۔

"ملک صاحب — یہ کیا بات ہے۔ اخبار —— اخبار وہ کہاں چلا گیا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بک سٹال والا پہلے عنبر ناگ ماریا کی کتاب گم ہوتے دیکھ چکا تھا۔ کہنے لگا۔

"ماریا! میں عنبر ناگ ماریا کی کتابیں پڑھتا رہتا ہوں۔ اس میں ایک کردار ماریا کا ہے جو غائب ہو جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ماریا اس وقت میری دکان پر موجود ہے۔ اور یہ جو کراچی کا اشتہار چھپا ہے۔ یہ وہی ماریا کا ساتھی ناگ اور تھیوسانگ ہے۔"

ماریا نے دیکھا کہ اخبار میں ناگ اور تھیوسانگ کی تصویریں چھپی تھیں۔ وہ بے حد خوش ہوئی۔ گاہک تو اخبار غائب ہوتا دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اب صرف بک سٹال کا مالک ہی وہاں بیٹھا رہ گیا۔ ماریا نے اخبار اس کے آگے رکھ دیا اور بولی۔

"تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ میں ماریا ہی ہوں۔"

اس پر بک سٹال والا تو اچھل پڑا۔

"سچ — سچ — سچ تم ماریا ہو۔ ماریا بہن۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ میں تو عنبر ناگ ماریا بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ

تم سے ملاقات ہو گئی۔ ماریا بہن مجھے اپنی ایک تصویر دے دو۔ میں دکان پر لٹکاؤں گا۔"

ماریا نے کہا۔

"میں تو غائب ہوں۔ میری تصویر کیسے اتر سکتی ہے۔"

بک سٹال والے نے کہا۔

"اچھا تو یہاں کاغذ پر بچوں کے نام ایک پیغام لکھ کر دے دو۔ میں اسے فریم میں لگوا کر دکان پر لٹکاؤں۔ بچے بڑے خوش ہوں گے تمہارے دستخط دیکھ کر بہن ماریا!"

بک سٹال والے دکاندار نے فوراً ایک سفید کاغذ اور پنسل سامنے رکھ دی۔ ماریا نے اس پر لکھا۔

"پیارے دوستو! ماریا کا سلام قبول کرو۔ میرا پیغام یہ ہے کہ جی لگا کر اسکول کی پڑھائی کرو۔ ماں باپ کی عزت کرو۔ ان کی خدمت کرو۔ بزرگوں کا ادب کرو۔ خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت کرو۔ جھوٹ مت بولو۔ نماز پڑھا کرو اور کبھی کبھی عنبر ناگ ماریا کو بھی یاد کر لیا کرو۔"

تمہاری بہن ماریا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بک سٹال والا دیکھ رہا تھا کہ سفید کاغذ پر اپنے آپ تحریر ابھرتی جا رہی ہے۔ اس کو بڑی حیرت بھی ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے یہ تماشہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ماریا نے تحریر کے نیچے اپنے دستخط کرنے کے بعد کہا۔

"اچھا اب میں جاتی ہوں۔ بچوں کو میرا ایک بار پھر سلام کہنا۔"

یہ کہہ کر ماریا وہاں سے پرواز کر گئی۔

اب اس کا رُخ کراچی شہر کی طرف تھا۔ جہاں ناگ اور تھیوسانگ سینما ہال میں جادو کے کرتبوں کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ماریا لاہور سے کراچی جانے والی ریلوے لائن کے اوپر آ گئی۔ یہاں وہ ریلوے کی پٹڑی سے پچاس فٹ بلند ہو کر کراچی کی طرف اڑنے لگی۔

وہ بہت تیز رفتاری سے اڑ رہی تھی۔ اس وقت دن کے نو بج رہے تھے۔ ماریا ایک جیٹ ہوائی جہاز کی سپیڈ سے پرواز کر رہی تھی۔ ریلوے لائن، درخت اور شہر بڑی تیزی سے اس کے نیچے سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ پورے ساڑھے دس بجے وہ حیدر آباد کے اوپر سے گزر گئی۔ اور پندرہ منٹ بعد دُور سے کراچی شہر کی بلڈنگیں دکھائی دے رہی تھیں۔

ماریا نے ریلوے اسٹیشن کراچی کے اوپر ایک چکر لگایا اور پھر نیچے الفسٹن سٹریٹ میں اُتر آئی۔ یہاں بہت رونق تھی۔ خوب صورت کپڑوں والی عورتیں گاڑیوں سے نکل کر شاپنگ کرنے دکانوں میں داخل ہو رہی تھیں۔ دکانوں میں بتیاں جگمگا رہی تھیں۔ ماریا گھومتے پھرتے اس سینما ہاؤس کے سامنے آ گئی جہاں اتوار کے روز ناگ تھیوسانگ کا جادوئی شو ہونے والا تھا۔ سینما ہاؤس کے باہر ناگ کی تصویر کے ساتھ بورڈ لگے تھے۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ اب ناگ اور تھیوسانگ سے اس کی ملاقات ہو گی۔ وہ سینما ہاؤس کے آفس میں آ گئی۔ دن کے گیارہ بجنے والے تھے۔ دفتر میں کوئی نہیں تھا۔ وہ کسی سے پوچھنا چاہتی تھی کہ ناگ اور تھیوسانگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ کراچی شہر میں داخل ہوتے ہی اسے ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو آنے لگی تھی۔

دوسری طرف ناگ اور تھیوسانگ اپنے ہوٹل تھری سٹار کے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ناگ اخبار پڑھ رہا تھا کہ اچانک اسے ماریا کی ہلکی خوشبو آئی۔ اس نے اخبار ایک طرف پھینک کر کہا

"تھیو! مجھے ماریا کی خوشبو آ رہی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیوسانگ نے بھی اس خوشبو کو محسوس کیا. وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے ہماری اسکیم کامیاب رہی. ماریا اشتہار پڑھ کر کراچی پہنچ چکی ہے. چلو! اسے سینما ہاؤس میں چل کر دیکھتے ہیں۔"

ناگ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں، وہ ضرور اسی سینما ہاؤس میں آئے گی۔"

دونوں نے ہوٹل سے باہر آکر ٹیکسی لی اور سینما ہاؤس کی طرف روانہ ہو گئے۔

ماریا سینما ہاؤس سے باہر نکل رہی تھی کہ اسے محسوس ہوا کہ ناگ کی خوشبو تیز ہو گئی ہے۔ وہ وہیں ایک طرف رک گئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے ایک ٹیکسی میں ناگ اور تھیوسانگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ خوش ہو کر اس کی طرف لپکی۔ ٹیکسی رک گئی تھی اور ناگ ٹیکسی سے باہر نکل رہا تھا۔ اسے ماریا کی بہت زیادہ خوشبو آئی۔ اس نے کہا۔

"ماریا!"

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"ناگ! میں آگئی۔"

تھیوسانگ بھی خوشی سے بولا

"ماریا بہن! خدا کا شکر ہے تم سے ملاقات ہو گئی۔"

ٹیکسی ڈرائیور حیران ہو کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا کہ یہ ہوا میں کس کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔ ناگ اور تھیوسانگ کو بھی اس غلطی کا احساس ہو چکا۔ انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف دیکھ کر کہا۔

"معاف کرنا بھائی۔ ہمیں کبھی کبھی غیبی روحوں سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے، تم کو تو معلوم ہی ہے کہ ہم جادوگر ہیں اور اتوار کو ہمارا شو ہو رہا ہے۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے کرایہ جیب میں رکھا اور ٹیکسی سٹارٹ کر کے وہاں سے بھاگ گیا۔ ماریا ناگ اور تھیوسانگ ہنسنے لگے۔ ناگ بولا۔

"ماریا! ہمارے ساتھ ہوٹل میں چلو۔ وہاں چل کر باتیں ہوں گی۔"

انہوں نے ایک دوسری ٹیکسی لی اور تھری سٹار ہوٹل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آ گئے۔ یہاں پہنچ کر ماریا نے اپنی اور تھیو سانگ اور ناگ نے اپنی اپنی کہانی سنائی۔ اب انہیں عنبر اور کیٹی کی فکر تھی کہ خدا جانے وہ کس حال میں اور خلاء میں کس مقام پر ہونگے کچھ دیر وہ عنبر اور کیٹی کی باتیں کرتے رہے۔ ماریا نے کہا۔

"تعجب کی بات ہے کہ یہ زمین وہ زمین نہیں ہے جس پر کبھی ہم زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ مگر اس زمین پر ہو بہو وہی واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ اور یہاں کے لوگوں کو احساس تک نہیں ہے کہ اصل میں یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا عکس ہیں"

تھیو سانگ کہنے لگا۔

"انسان حقیقت میں مادہ اور توانائی کا نام ہے، سائنسی طور پر تو ہم یہیں کہیں گے اور یہ مادہ اور توانائی یہاں بھی ایک ساتھ مل جاتے ہیں تو خاص حالات میں ایک بار پھر زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے"

ناگ نے کہا۔

"ماریا یہ بور باتیں نہ کرو۔ چلو سمندر کی سیر کرنے

جاتے ہیں۔ ماریا کو وہاں آئیس کریم کھلائیں گے"

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"جب میں غائب نہیں تھی تو کبھی اپنی پسند کی چیزیں بڑے شوق سے کھاتی تھی۔ اب تو کھانے پینے کی حاجت ہی محسوس نہیں ہوتی"

تھیو سانگ بولا۔

"مگر تم جسمانی شکل بھی تو اختیار کر سکتی ہو تم اپنے جسم میں واپس ظاہر ہو جاؤ۔ پھر تم آئیس کریم کھا سکو گی"

ماریا نے کہا۔

"ایسا میں کر سکتی ہوں۔ مگر فائدہ کیا ہوگا یوں ہلکی پھلکی رہ کر میں ہوا میں اڑتی پھرتی ہوں جسمانی حالت میں آ کر تو میں بوجھل ہو جاؤں گی اور پرواز بھی نہیں کر سکوں گی"

ناگ بولا۔

"مگر تم آئیس کریم تو کھا سکو گی۔ ہماری خاطر انسانی حالت میں واپس آ جاؤ۔ تھوڑی دیر کے لیے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے کہا۔

"اگر تم کہتے ہو تو آجاتی ہوں"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا ایک دم ظاہر ہو گئی۔ اس کا لباس یونانی عورتوں کا پرانا لباس تھا۔ ناگ نے ہنس کر کہا۔

"ماریا بھئی یہ پرانی کاسٹیوم یہاں نہیں چلے گی۔ چلو پہلے بازار سے اپنی پسند کا ماڈرن لباس خریدو"

مارکیٹ میں آکر ایک اسٹور پر سے ماریا نے اپنے لیے بلیو جین اور ٹی شرٹ اور سینڈل خریدی۔ ہوٹل میں آکر اسے پہنا۔ اور اپنے سنہری بالوں میں پرفیوم کا سپرے کرنے کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر سمندر کے ساحل کی طرف چل پڑی۔

ناگ پھنس گیا

کچھ دیر تک وہ سمندر میں سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ شہر کے ایک شاندار ریستوران میں آگئے۔ یہاں کی آئس کریم بہت مشہور تھی۔ ماریا سرخ ٹی شرٹ اور بلیو جین میں اپنے سنہری بالوں اور نیلی آنکھوں کے ساتھ امریکن لڑکی لگ رہی تھی۔ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ کوئی امریکی لڑکی ہے۔ ناگ تھیوسانگ اس کے پاس ٹیبل پر بیٹھے آئس کریم کھانے لگے۔

ماریا نے کہا۔

"آئس کریم سچ مچ بڑی مزے دار ہے"

تھیوسانگ بولا۔

"اور منگواؤں ماریا بہن؟"

ماریا بولی۔

"کیا بات ہے تم لوگ بہت امیر ہو گئے ہو"

تھیوسانگ ہنسنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے بھئی ماریا! ناگ کا سراغ رساں سمندری سانپ کام آگیا ہے۔ اسی نے سمندر میں سے کچھ دولت لا کر ہمیں دے دی۔ بس اسی سے گزارہ کر رہے ہیں۔"

ماریا نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"اور اب جادوگری کے شو کی آمدنی بھی تو ہو گی۔"

ناگ بولا۔

"اب تو ہمیں شو سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ یہ ساری اسکیم تمہیں بلانے کے لیے تھی۔ تم اشتہار پڑھ کر ہم سے آن ملی ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ دو بھائیوں کو ان کی بہن مل گئی۔ اب شو ہو چاہے نہ ہو۔"

ماریا نے کہا۔

"نہیں بھئی۔ ایسا نہ کرنا۔ لوگوں کو ناامیدی ہو گی۔ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"شو کرنے کے بعد ہمیں عنبر اور کیٹی کی تلاش میں یہاں سے خلاء کی طرف نکل جانا ہو گا۔"

ماریا بولی۔

"ہم خلاء میں کیسے سفر کر سکتے ہیں۔ یہاں پاکستان سے تو کوئی مصنوعی سیارہ یا خلائی جہاز نہیں چھوڑا جاتا۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"امریکہ سے خلائی شٹل چیلنجر ہر سال خلا کی طرف چھوڑی جاتی ہے۔ ہم اس میں سوار ہو کر سفر کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ سنا ہے کہ اس میں اب دو ایک مسافروں کو بھی بٹھایا جاتا ہے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم یہاں سے امریکہ نکل چلیں گے۔ ایک دو بار پہلے بھی تو امریکہ کی سیر کر چکے ہیں۔"

وہ دیر تک بیٹھے خلا میں جانے کا پروگرام بناتے رہے۔

شام کے قریب واپس اپنے ہوٹل میں آگئے۔ ماریا کے لیے انہوں نے اپنے اپارٹمنٹ کے ساتھ والا کمرہ بک کروا لیا تھا۔ آخر وہ دن بھی آگیا جس روز ناگ کا شو تھا۔ سینما ہاؤس کا ہال بھر گیا تھا۔ لوگ اب بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹکٹ خریدنے چلے آرہے تھے۔ اصل میں کراچی میں بڑی دیر بعد جادوگری کا شو ہو رہا تھا۔

ماریا نے ساڑھی پہن رکھی تھی اور بالوں میں موتیے کے پھولوں کا گجرا لگایا ہوا تھا۔ ناگ نے مینیجر سے کہہ دیا تھا کہ ماریا ان کی بہن ہے۔ چنانچہ وہ تھیوسانگ کے ساتھ ہال میں سب سے اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ لوگ بے تاب ہو رہے تھے کہ شو جلدی شروع کیا جائے۔ مینیجر دعائیں مانگتا پھر رہا تھا کہ یا خدا شو کامیاب رہے کہیں لوگ ٹماٹر مارنے نہ شروع کر دیں۔

آخر سٹیج پر سے پردہ اٹھا۔ لوگ زور سے تالیاں بجانے لگے۔ سٹیج پر روشنی ہو رہی تھی۔ اتنے میں ناگ لمبا سیاہ لبادہ پہنے۔ ہاتھ میں جادوگروں کی طرح چاندی کی چھڑی پکڑے سٹیج پر آیا۔ جھک کر لوگوں کو سلام کیا اور بولا۔

"خواتین و حضرات! آج میں آپ کو ایسا کھیل دکھاؤں گا جو آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ امید ہے یہ کھیل آپ کو دیر تک یاد رہے گا۔ ایک بات میں پہلے ہی صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں

اور نہ ہی میں جادو کا کھیل پیش کرنے والا ہوں۔ جادو وغیرہ دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ یہ سب شعبدہ بازی اور نظروں کا دھوکہ ہوتا ہے۔ میں بھی آپ کی نظروں کو کچھ دیر اپنے قابو میں کر کے آپ کو وہی شے دکھاؤں گا جو میں دکھانا چاہتا ہوں۔ اس کے سوا آپ کوئی دوسری شے نہیں دیکھ سکیں گے۔ اب میں اپنا شو شروع کرتا ہوں"

ناگ نے ایک بار پھر جھک کر سلام کیا اور پیچھے ہٹ کر اشارہ کیا۔ دو آدمی سٹیج پر نمودار ہوئے۔ انہوں نے سٹیج پر شیشے کا ایک چھوٹا سا گول میز لا کر رکھ دیا۔ پھر ایک آدمی شیشے کا خالی جگ لے آیا۔ جگ ناگ نے میز پر رکھ دیا اور بولا۔

"خواتین و حضرات! دیکھئے یہ جگ بالکل خالی ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں"

ناگ نے شیشے کے جگ کو الٹا کر دیا۔ پھر اس میں ہاتھ ڈال کر گھمایا۔ اس کے بعد جگ کو میز پر رکھ کر اوپر سفید رومال ڈال دیا۔

"خواتین و حضرات! ابھی اس خالی جگ میں ہمارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک مہمان آئے گا جو آپ کو سلام بھی کرے گا۔
آپ گھبرائیں بالکل نہیں۔ وہ آپ کو کچھ نہیں کہے
گا۔"

لوگ خاموش بیٹھے شوق بھری نظروں سے سٹیج
کی طرف تک رہے تھے۔

ناگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دونوں بازو اوپر اٹھا
لیئے۔ یہ سب اداکاری تھی۔ وہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ
خوش کرنا چاہتا تھا۔ ناگ نے سانپ کی زبان میں آہستہ
سے کہا۔

"اس سینما ہاؤس کے اندر یا باہر اگر کوئی سانپ
رہتا ہے تو وہ اس جگ میں آجائے۔"

سٹیج پر ہلکا ہلکا اندھیرا کر دیا گیا تھا۔ اس سینما ہاؤس
کے غسل خانے کے نیچے جو گٹر تھا اس میں ایک سانپ
کئی دنوں سے آکر رہنے لگا تھا۔ اس نے جو ناگ دیوتا
کی آواز سنی تو فوراً گٹر سے نکل کر ہال کے عقب سے
ہوتا ہوا سٹیج پر آ گیا۔ پھر خاموشی سے سفید کپڑے
کے نیچے سے رینگ کر خالی جگ میں گھس کر بیٹھ گیا۔
ناگ نے سانپ کو اندر جاتے دیکھ لیا تھا۔
ناگ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"حضرات! آپ کا مہمان آ گیا ہے۔"
سٹیج پر روشنی تیز کر دی گئی۔ ناگ نے
جگ پر سے رومال اٹھایا تو اندر سانپ بیٹھا تھا۔ لوگ
خوشی سے اچھل پڑے۔ کسی نے آواز بلند کی۔

"یہ سانپ ابھی ابھی اس نے خود ڈالا ہے
سٹیج پر اسی لیے اندھیرا کر دیا گیا۔"
ناگ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرے بھائی! میں اگر چاہوں تو اس شہر کے
سارے سانپ یہاں بلوا سکتا ہوں۔ مگر آپ
لوگ ڈر کر بھاگ جائیں گے۔ اس لیے ایسا
نہیں کرنا چاہتا۔ یہ سانپ باہر سے آیا ہے۔
اور میرے اشارے پر آیا ہے۔ اگر آپ
کہیں تو میں دوسرا سانپ بھی منگوا کر دکھا
دوں۔"

ہال میں سے آواز آئی

"وہ بھی تمہارا سدھایا ہوا سانپ ہو گا۔ ہمیں
کوئی دوسرا تماشہ دکھاؤ۔ نہیں تو ہمارے پیسے
واپس کرو۔"

سٹیج کے پہلو میں سے منیجر نے گھبرا کر آواز دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ناگ! ناگ! خدا کے لیے کوئی دوسرا کرتب دکھاؤ۔ نہیں تو لوگ کرسیاں توڑ دیں گے۔"

ناگ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"اچھا اچھا! میں کوئی دوسرا کرتب دکھاتا ہوں۔"

ناگ کے اشارے پر ایک چھوٹا سا صندوق لا کر سٹیج پر رکھ دیا گیا۔

ناگ نے صندوق کھول کر الٹ دیا اور کہا۔

"یہ صندوق بالکل خالی ہے۔ اب میں اس میں داخل ہو کر بیٹھ جاؤں گا۔ صندوق بند کر دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد جب صندوق کو دوبارا کھولا جائے گا، تو اس میں میری بجائے ایک سیاہ کوبرا سانپ ہوگا۔"

لوگ چپ ہو گئے۔ ناگ نے ہوٹل کے ایک ملازم سے کہا۔

"جب میں صندوق میں بیٹھ جاؤں تو اوپر سے ڈھکنا بند کر دینا اور پانچ سیکنڈ کے بعد ڈھکنا کھول دینا۔ ڈرنا بالکل نہیں۔ کوبرا سانپ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

اتنا کہہ کر ناگ صندوق میں گھس گیا۔ نوکر نے ڈھکنا بند کر دیا۔ ناگ نے صندوق میں جاتے ہی سانس کھینچ کر چھوڑا تو وہ سیاہ کوبرا سانپ بن چکا تھا۔ پانچ سیکنڈ پورے ہو جانے پر نوکر نے صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ ناگ سانپ کی شکل میں پھنکار مارتا ہوا باہر نکل آیا اور پھن اٹھا کر سٹیج پر کنڈلی مارے بیٹھ کر پھنکارنے لگا۔ لوگوں پر سناٹا چھا گیا۔

نوکر نے صندوق کو الٹا کر دکھایا۔ وہ خالی تھا۔ یہ کرتب ایسا تھا کہ جس نے اعتراض کیا تھا وہ بھی سناٹے میں آگیا تھا۔ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک زندہ انسان سانپ بن گیا تھا۔ کچھ دیر تو لوگ دہشت زدہ ہو کر بیٹھے رہے پھر زور زور سے تالیاں بجانے لگے۔ منیجر بہت خوش ہوا۔

ناگ نے پھن اٹھا کر سٹیج کے دو تین چکر لگائے۔ سامنے بیٹھی ہوئی ماریا اور تھیوسانگ بھی تالیاں بجا رہے تھے۔ ناگ واپس صندوق میں چلا گیا۔ نوکر نے صندوق اوپر سے بند کر دیا۔ ناگ نے اندر ہی اندر سانس کھینچ کر چھوڑا اور دوبارا انسانی شکل میں باہر آ گیا۔ ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔ لوگ اپنی اپنی سیٹوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر کھڑے ہو کر زور زور سے تالیاں پیٹ رہے تھے۔ ناگ نے صندوق کو الٹا کر دکھایا کہ وہ بالکل خالی ہے۔ اور سانپ کہیں نہیں ہے۔

پھر اس نے جھک کر تعظیم کی اور کہا

"بس حضرات! آج کا کھیل ختم ہوتا ہے"

ایک دم سے پردہ گر گیا۔ لوگ ابھی تک تالیاں بجا رہے تھے۔ اسی سینما ہال میں میر پور متھیلو کا ایک سندھی ہندو جوتشی بھی بیٹھا یہ کھیل دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑا ماہر نجومی یعنی جوتشی تھا اور طلسم کے نقش بھی بناتا تھا۔ اس نے بھیرؤں جی کے مندر میں دس برس تک جوتش کی ودیا بھی کی تھی۔ کئی چلّے کاٹے تھے۔ مگر یہ سارا کام چونکہ اس نے دنیا کی دولت اور لالچ کے لیے کیا تھا۔ اس لیے ابھی تک ناکام تھا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان جب شہرت حاصل کرنے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو علم اس سے اپنا آپ چھپا لیتا ہے۔ ایسے شخص کو دولت اور شہرت تو حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ مگر اس کا کردار صحیح نہیں رہتا۔ وہ لالچی اور خود غرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی انسان علم کی روشنی حاصل کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے اور اس کا کردار اور

اخلاق روشن ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک بلند کردار انسان بن جاتا ہے اور پھر قدرت کی طرف سے اسے جو عزت اور نعمت ملتی ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی دولت اور شہرت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اس سندھی ہندو جوتشی کا نام وانی رام تھا اور اسے بھی صرف دنیا کی دولت کی ہوس تھی اور وہ کئی برسوں سے علم جوتش کے ذریعے کوئی ایسا نقش اور زائچہ بنانے میں لگا ہوا تھا۔ کہ جو اسے زمین کے اندر چھپے ہوئے کسی انمول خزانے کا پتہ بتا دے۔ لیکن وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ علم نجوم نے اس کی آنکھوں کے آگے پردہ ڈال دیا تھا۔ وانی رام جوتشی نے جب ناگ کو سانپ کا کرتب کرتے دیکھا تو چونکہ آدمی بڑا زبردست نجومی تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہ شخص جادوگر وغیرہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہپناٹائیز کرتا ہے بلکہ کوئی عجیب مخلوق ہے۔ ہندو جوگی نے ناگ کا پیچھا کیا۔ اس نے دیکھا کہ ناگ ٹھری شاہ ہوٹل میں اپنے دوستوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔

ہندو جوتشی کا لباس عام سندھی لوگوں جیسا تھا۔ اس نے ناگ کے کمرے کے باہر جا کر گھنٹی بجائی۔ ناگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے خود آ کر دروازہ کھولا تو ہندو جوتشی وانی رام نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور کہا۔

"مہاراج! میں میرپور متھیلو کا ایک وید ہوں بیماروں کا علاج کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ آپ کا کرتب دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ آپ سے ملنے کو بہت جی چاہا۔ آپ کی خدمت میں آگیا ہوں"

ناگ نے کہا۔

"آئیے مہاراج آئیے"

ناگ ہندو جوتشی کو اندر کمرے میں لے گیا۔

اس نے وانی رام کا تعارف تھیوسانگ اور ماریا سے کرایا۔ ہندو جوتشی وانی رام نے سب کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ ماریا چائے بنا کر لے آئی۔ ناگ نے ہندو جوتشی سے کہا

"آپ میرپور متھیلو سے میرا شو دیکھنے آئے تھے؟"

وانی رام کسی دوسرے کام سے آیا تھا مگر اس نے کہا۔

"ہاں مہاراج! صرف آپ کا شو دیکھنے آیا تھا۔ آپ نے تو کمال کر دیا۔ بھگوان کی آپ پر بڑی مہربانی

ہے۔ آپ نے یہ جادو ضرور افریقہ میں سیکھا ہوگا"

تھیوسانگ نے کہا۔

"ہاں لالہ جی! ہمارے دوست نے افریقہ کے ایک جادوگر سے یہ جادو سیکھا تھا"

ناگ اور ماریا مسکرانے لگے۔ جوتشی وانی رام بڑی گہری نگاہوں سے ایک ایک شے کا جائزہ لے رہا تھا اور ناگ کی آنکھوں کو خاص طور پر غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ ناگ کی آنکھوں میں بڑی کشش ہے۔ اور وہ اپنی پلکیں بہت کم جھپکتا ہے۔ وانی رام نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"ناگ جی مجھے ہاتھ دیکھنے کا بھی شوق ہے۔ مجھے اپنا ہاتھ دکھانا پسند کریں گے؟"

ناگ نے اپنا ہاتھ جوتشی وانی رام کے آگے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"ارے مہاراج! ہمارے ہاتھ میں کیا ہوگا۔ ہم تو غریب خانہ بدوش ہیں۔ آج یہاں تو کل وہاں"

وانی رام نے مسکراتے ہوئے کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں مہاراج ۔ مگر آپ کو بھگوان نے بہت عزت اور شہرت دی ہے۔"

جوتشی وانی رام بڑے غور سے ناگ کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ اس کو ان لکیروں میں ایک عجیب سی بات نظر آرہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"مہاراج! کیا میں اپنے ریکارڈ کے لیے آپ کے ہاتھ کا نقش لے سکتا ہوں۔ میں اسے اپنی فائل میں یادگار کے طور پر رکھوں گا۔"

ناگ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے اجازت دے دی۔ جوتشی نے ایک سفید کاغذ پر ناگ کی ہتھیلی کا چھاپہ لے لیا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد واپس اپنے ہوٹل والے کمرے میں آگیا۔ جوتشی وانی رام نے ہوٹل کے کمرے میں آتے ہی اپنا تھیلا کھول کر جنتری اور کاپی پنسل نکالی اور ناگ کے ہاتھ کی لکیروں کے نقش کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا زائچہ تیار کرنا شروع کر دیا۔ بڑی محنت کے بعد جوتشی وانی رام ناگ کا زائچہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے جب حساب لگایا تو ایک ایسی بات کھل کر

سامنے آئی کہ جوتشی وانی رام کا چہرہ عجیب سی خوشی کے ساتھ چمکنے لگا۔ زائچہ کھلے اشاروں میں بتا رہا تھا کہ جس شخص کا یہ زائچہ ہے وہ اصل میں سانپ ہے جو انسان کی شکل میں چل پھر رہا ہے اور جب چاہے سانپ بن سکتا ہے۔

جوتشی وانی رام گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ اس نے ناگ کو اپنی آنکھوں سے سانپ بنتے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی سانپ ایسی کشش تھی۔ زائچہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا انکشاف تھا۔ آج تک کوئی ایسا آدمی دنیا کے سامنے نہیں آیا تھا۔ جو اصل میں سانپ ہو۔ جوتشی وانی رام نے زائچہ تھیلے میں ڈال کر تھیلا الماری میں رکھ کر تالہ لگا دیا اور خود بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اگر کسی طرح وہ اس سانپ انسان ناگ کو اپنے قابو میں کر سکے تو اس کی مدد سے بے پناہ دولت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس سانپ انسان کی مدد سے زمین میں چھپے ہوئے بے پناہ خزانوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اسے کسی طرح اپنے قابو میں کر کے اپنے حکم کے مطابق چلایا جائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوتشی وانی رام اسی رات آبادی کے باہر ایک ریتلے میدان میں ٹیلے کے پیچھے بنے ہوئے بھیروں جی کے مندر میں چلا آیا۔ آدمی اپنے علم میں بڑا ماہر اور چالاک تھا۔ اس نے مورتی کے آگے بیٹھ کر خاص عمل کرنا شروع کر دیا۔ ساری رات کو خفیہ اور کالے علم کے اشلوک پڑھتا۔ اور آگ میں ہرمل ڈالتا رہا۔ رات کے پچھلے پہر جب اس نے عمل ختم کیا تو مورتی کی طرف غور سے دیکھا۔

جوتشی وانی رام کو مورتی کے ہونٹ ہلتے محسوس ہوئے پھر جیسے اس کے کانوں میں مورتی کی آواز آئی۔ مورتی نے جوتشی کو بتایا کہ جس شخص کی روح کو تم اپنے قبضے میں کرنا چاہتے ہو اس کا نام ایک سفید کاغذ پر سات بار لکھ کر کسی درخت کی اونچی شاخ پر دھاگے سے باندھو۔ ہوا چلے گی وہ شخص بے اختیار ہو کر اس کی طرف چلنے لگے گا اور اپنی یادداشت کو بھولتا جائے گا۔

پھر جیسے مورتی کی آواز بند ہو گئی۔ جوتشی وانی رام بہت خوش ہوا۔ مندر سے نکل کر وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں آیا۔ اس نے ایک سفید کاغذ پر ناگ کا نام سات بار لکھا اور اسے دھاگے سے باندھ کر کسی درخت کی تلاش میں ہوٹل کے پچھواڑے والے میدان میں آ گیا۔ یہاں

میدان کے کنارے دو چار درخت کھڑے تھے۔ جوتشی ایک درخت پر چڑھ گیا اور اس کی سب سے اونچی شاخ کے ساتھ ناگ کے نام والا کاغذ لٹکا دیا۔

اس کے بعد وہ اپنے ہوٹل میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوا چلنے لگی۔ ہوا کے ساتھ درخت کی ٹہنی سے بندھا کاغذ بھی لہرانے لگا۔

اس وقت شام کے سوا سات بج رہے تھے۔ شہر کراچی روشن ہو گیا تھا۔ ناگ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا ٹیلی ویژن پروگرام دیکھ رہا تھا۔ چائے کا ایک کپ اس کے پاس میز پر رکھا تھا۔ ماریا اور تھیو سانگ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔

اچانک ناگ کو کچھ بے چینی سی محسوس ہوئی۔ پہلے تو اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ لیکن جب بے چینی بڑھتی گئی تو اس نے چائے کا ایک گھونٹ پیا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تپائی پر ماریا اور تھیو سانگ کے ساتھ ناگ کا ایک گروپ فوٹو رکھا تھا۔ ناگ کا سر چکرا رہا تھا اس نے میز کے قریب آ کر اس گروپ فوٹو کو دیکھا تو اپنی تصویر تو اس نے پہچان لی مگر ماریا اور تھیو سانگ اسے کوئی اجنبی نظر آئے۔ ناگ کی یادداشت گم ہونے لگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔

ناگ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ بالوں کو پیچھے جھٹکا ایک بار پھر تصویر کو دیکھا۔ وہ ماریا اور تھیو ساقمس کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس کی یادداشت غائب ہو گئی تھی۔ اس کا دل بے چین سا ہو رہا تھا۔ اس کے قدم خود بخود باہر کی طرف جا رہے تھے۔

دوسری طرف درخت کے اوپر لٹکا ہوا کاغذ ہوا میں لہرا رہا تھا۔ اس کاغذ کے لہرانے کے ساتھ ناگ کا دل بے تاب ہو کر اڑنے لگا تھا۔ وہ کمرے کو کھلا چھوڑ کر ہوٹل کی لابی میں آگیا۔ وہ یوں چل رہا تھا جیسے کسی نے کھلونے کو چابی دے کر چھوڑ دیا ہو۔ وہ لابی سے باہر نکل کر سڑک پر آگیا۔ اب اس نے سڑک پر ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے آپ طلسم کے زیر اثر جوتشی کے ہوٹل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ جوتشی وانی رام بھی اپنے کمرے میں بے تابی سے ٹہل رہا تھا۔ کسی وقت وہ کھڑکی میں آکر باہر کھلی سڑک پر دیکھ لیتا تھا، جو بجلی کی روشنی میں صاف نظر آرہی تھی۔ ایک بار جو اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ سڑک

پر اسے ناگ اپنے آپ اس کی طرف آتا نظر آیا۔

جوتشی نے کھڑکی بند کر دی اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

وہ خود صوفے پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد اسے راہ داری میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر ناگ دروازے میں آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ کلی سحر زدہ آنکھوں سے جوتشی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جوتشی وانی رام اٹھ کر اس کے قریب آیا اور کہا۔

”صوفے پر بیٹھ جاؤ۔“

ناگ اس کے حکم پر فوراً خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ جوتشی نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ ناگ بالکل سیدھا بیٹھا سامنے دیوار کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں سوائے اس بات کے اور کچھ نہیں تھا کہ اسے اس جوتشی کے ہر حکم کو ماننا ہے۔ جوتشی ناگ کے بالکل سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا اور اسے گھورتے ہوئے بولا۔

”ناگ! اب تم میرے غلام ہو۔ میں نے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاص عمل سے تمہیں اپنے قبضے میں کر لیا۔ اب تم وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔"

ناگ نے آہستہ سے سر ہلایا اور کہا۔

"میں تمہارا غلام ہوں۔ جو تم کہو گے وہی کروں گا۔"

جوتشی صوفے سے اٹھا۔ پلنگ کے نیچے سے اپنا اٹیچی کیس نکال کر اس میں اپنی چیزیں ڈالیں۔ اسے بند کر کے تالا لگایا اور ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بس اٹیچی کیس کو اٹھا کر میرے ساتھ ہوٹل سے باہر چلو۔"

ناگ نے ایسا ہی کیا وہ اٹیچی کیس اٹھائے جوتشی کے ساتھ ہوٹل سے باہر آگیا۔ ناگ اب ہندو جوتشی کے قبضے میں تھا۔ اور اس کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ ناگ نہ صرف یہ کہ ماریا اور تھیوسانگ کو بھلا بیٹھا تھا بلکہ اپنی یادداشت بھی کھو چکا تھا۔ اسے نہ تو ماریا کا کوئی خیال رہا تھا اور نہ تھیوسانگ اور عنبر کیٹی کی یاد آرہی تھی۔

جوتشی ودانی رام کا عمل بے حد کامیاب ثابت ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ میرپور متھیلو لے جانا چاہتا تھا۔ وہ ٹیکسی لے کر سیدھا کراچی کے ریلوے اسٹیشن پر آگیا

یہاں رات کی گاڑی میں بیٹھ کر میرپور متھیلو کی جانب روانہ ہو گیا۔

کوئی ایک گھنٹے کے بعد ماریا اور تھیوسانگ تماشا کر کے واپس آئے تو دیکھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔ اور ناگ غائب ہے۔ ٹیلی ویژن چل رہا تھا۔ صوفے کے پاس ناگ کی بجائے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے تھیوسانگ سے کہا۔

"مجھے دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"تمہارا وہم ہے۔ ناگ یہیں کہیں ہو گا۔"

اس نے ناگ کو سارے ہوٹل میں تلاش کیا مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ لابی کے کاؤنٹر بوائے نے اسے بتایا کہ اس نے ناگ کو لابی میں سے نکل کر سڑک کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ وہ بالکل سیدھا چل رہا تھا۔

تھیوسانگ چونکا۔ جلدی سے اوپر ماریا کے پاس آیا اور بولا۔

"ماریا! تمہارا اندازہ درست ہے۔ ناگ پر کسی نے کوئی عمل کر کے اسے اپنے پاس بلا لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ ٹیلس ؟ کیسا عمل ؟" ماریا نے پوچھا۔

"کوئی بھی طلسمی عمل کیا ہے۔ شاید یہ کسی ایسے شخص کا کام ہے جو ناگ کی ہپناٹائز کرنے کی طاقت سے کوئی ناجائز کام لینا چاہتا ہے۔"

ماریہ بے چینی سے بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہمیں ناگ کو فوراً تلاش کر کے اس طلسم سے بچانا ہوگا۔"

تھیوسانگ نے کمرہ بند کیا۔ ماریا کو ساتھ لیا اور ٹیکسی لے کر کراچی کی سڑکوں پر نکل آیا۔ وہ ایک دو گھنٹے شہر کی سڑکوں پہ گھومتے رہے مگر اتنے بڑے شہر میں ایسے ناگ کہاں مل سکتا تھا۔ جبکہ وہ وہاں تھا بھی نہیں اور وہ ایک تحویل گاڑی میں بیٹھ کر میر پور متھیلو کی طرف جا رہا تھا۔ ناگ کی خوشبو بھی اب ماریا اور تھیوسانگ کو نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"تھیو! لگتا ہے ناگ اس شہر میں نہیں ہے۔ اس کی خوشبو آنا بند ہو گئی ہے۔"

تھیوسانگ نے ٹیکسی والے سے سینما ہاؤس کی طرف چلنے کو کہا۔

سینما ہاؤس میں دوسرا شو شروع ہو چکا تھا۔ تھیوسانگ منیجر سے جا کر ملا اور ناگ کے بارے میں دریافت کیا۔ منیجر نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ناگ ادھر نہیں آیا۔ پھر تھیوسانگ کو پریشان دیکھ کر بولا

"خیریت تو ہے۔ ناگ کب سے غائب ہے؟"

تھیوسانگ اُسے کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم شاپنگ کرنے نکلے تھے۔ سوچا شاید ناگ یہاں ہو تو اسے بھی ساتھ لے چلیں"

ٹیکسی میں آ کر اس نے ماریا کو بتایا کہ ناگ سینما ہاؤس میں بھی نہیں ہے۔ ماریا بولی۔

"وہ یہاں ہو بھی نہیں سکتا تھا"

ٹیکسی انہیں واپس ہوٹل میں لے آئی۔ ہوٹل میں آنے کے بعد ماریا کو ایک خیال آیا۔ اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"کہیں ناگ نے ہمارے ساتھ شرارت تو نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی اور ہمیں تنگ کرنے کے لیے کسی دوسرے شہر چلا گیا ہو۔"

تھیوسانگ بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ ناگ کو اس قسم کی شرارت کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

ماریا یہ سن کر پریشان ہوگئی۔

"اگر یہ بات ہے تو میں سارے شہر کا چکر لگاتی ہوں۔ حیدر آباد یہاں سے قریبی شہر ہے۔ میں وہاں جا کر بھی دیکھتی ہوں۔ ہو سکتا ہے ناگ اس شہر میں ہو۔ اگر وہاں ہوا تو مجھے اس کی خوشبو آ جائے گی۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی مشکل میں پھنس جاؤ۔"

ماریا بولی۔

"میں ناگ نہیں ہوں۔ ناگ کچھ کچھ نادان بھی ہے۔ بہت جلد کسی نہ کسی چکر میں پھنس جاتا

جاتا ہے۔ بہر حال تم اسی کمرے میں رہنا۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں۔"

تھیوسانگ نے تاکید کی کہ جلدی سے واپس آ جانا ماریا یہ کہہ کر غائب ہوئی اور کمرے کی کھڑکی سے غوطہ لگا کر باہر پرواز کر گئی۔

دوسری طرف جوتشی واتی رام ناگ کو ساتھ لیے کراچی شہر سے بہت دور نکل چکا تھا۔ راستے میں ایک جگہ ریلوے لائن خراب تھی جس کی وجہ سے گاڑی کی رفتار بہت سست ہو گئی۔ ایک جگہ گاڑی ایک گھنٹہ کھڑی رہی۔ ناگ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ اسے کچھ یاد بھی نہیں آ رہا تھا۔ جوتشی واتی رام بے چین تھا۔ اور بہت جلد اپنے گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔

آخر گاڑی چلی۔ اب بھی گاڑی جوں کی چال چل رہی تھی۔ یوں رات بھر کے سفر کے بعد منہ اندھیرے ٹرین میر پور متھیلو پہنچی تو جوتشی نے ناگ کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ ناگ نے اٹیچی کیس اٹھایا اور جوتشی کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ بالکل اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی مشینی انسان ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوتشی وانی رام دنیا میں اکیلا تھا۔ اس کی کوئی بیوی بچے نہ تھے۔ شہر سے باہر ایک تالاب کے کنارے مندر کے پاس اس کا چھوٹا سا مکان تھا۔ مکان کا تالا کھول کر ناگ کو وہ ایک کوٹھڑی میں لے گیا اور کہا۔

"ناگ! اب تم میرے قبضے میں ہو۔ جیسا کہوں گا، ویسے ہی کرو گے۔ اس کوٹھڑی باہر مت نکلنا۔"

ناگ نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا۔

"جو حکم مالک!"

جوتشی نے کوٹھڑی کو تالا لگا دیا۔ اس کے بعد سیدھا ساتھ والے مندر میں چلا گیا۔ تالاب میں نہا کر مورتی کے آگے بیٹھ کر پاٹھ کرنے لگا۔ پاٹھ کرنے کے بعد مورتی سے ناگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ اس مورتی کی آواز آئی۔ مورتی نے اسے بتا دیا کہ ناگ کے ساتھ ایک ایسی روح بھی ہے جو تمہیں نظر نہیں آئے گی مگر ناگ کو دیکھ لے گی اور وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس لیے ناگ کو گنڈھارو قلعے کے کھنڈر کے نیچے جو تہہ خانہ ہے اس میں بند کر کے تہہ خانے کے دروازے کے آگے سیندور چھڑک دو۔ اس طرح سے ناگ

کی خوشبو تہہ خانے سے باہر نہیں جا سکے گی اور روح اس کا سراغ نہیں لگا سکے گی۔ جوتشی اس انکشاف پر بڑا حیران ہوا کہ ناگ کی حفاظت کوئی خفیہ روح بھی کر رہی ہے۔

وہ جلدی سے مندر سے نکل آیا۔ سیدھا مکان میں گیا۔ کوٹھڑی سے ناگ کو نکالا۔ گنڈھارو کے قلعے کا ٹوٹا پھوٹا کھنڈر شہر سے کچھ ہی فاصلے پر صحرا میں تھا۔ ناگ کو اس نے کھنڈر کے نیچے ایک تہہ خانے میں چھپا دیا۔ اور اس کے دروازے کے آگے سرخ سیندور بکھیر کر دروازہ بند کر کے آگے پتھر رکھ دیا اور واپس اپنے گھر میں آ گیا۔

گھر میں آتے ہی اس نے زائچہ بنانا شروع کر دیا۔ اس زائچے میں بھی جوتشی کو ایک خفیہ روح کا اشارہ ملا جو ناگ کی حفاظت کر رہی تھی۔ جوتشی نے زائچہ بند کر کے تھیلے میں رکھا اور ناگ کے ذریعے خزانے کا سراغ لگانے کے بارے میں غور کرنے لگا۔

اتنے میں دن نکل آیا۔ اب وہ اپنی دکان پر جا کر بیٹھ گیا۔ مریض آتے اور وہ انہیں دوائی دے دیتا۔ دوپہر کو سخت گرمی ہو گئی۔ شہر چھوٹا سا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے بازار سنسان ہو گئے۔ دوپہر کے اس سناٹے میں جوتشی سیدھا گنڈھارو کھنڈر کے تہہ خانے میں آگیا۔ ناگ فرش پر آلتی پالتی مارے بالکل سیدھا بیٹھا تھا۔ اور سامنے والی دیوار کو تک رہا تھا۔ جوتشی نے اندر آتے ہی دروازہ بند کر دیا کوٹھڑی میں اندھیرا ہو گیا۔ جوتشی موم بتی اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس نے موم بتی روشن کر کے ناگ کے سامنے رکھ دی اور کچھ اشلوک پڑھنے کے بعد ناگ پر پھونک ماری اور کہا۔

"ناگ تمہارے بارے میں مجھے سب کچھ علم ہو چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اصل میں ایک سانپ ہو۔ اور انسانی شکل میں چلتے پھرتے ہو۔ تم جب چاہو سانپ کی شکل اختیار کر لیتے ہو۔ مگر اس وقت چونکہ تم میرے عمل کے اثر میں اس لیے میری مرضی اور میرے حکم کے بغیر تم نہ تو اپنی شکل بدل سکتے ہو اور نہ کوئی ارادہ کر سکتے ہو۔ تم وہاں کرو گے جو میں تمہیں حکم دوں گا۔ تم میری بات سن رہے ہو؟"

ناگ نے سر ہلا کر اشارے میں بتایا کہ وہ اس کی

ایک ایک بات سن رہا ہے۔

جوتشی وانی رام نے کہا۔

"اب تم مجھے کسی ایسے انمول خزانے کا پتہ بتاؤ جو یہاں زمین کے اندر دفن ہو۔"

ناگ نے کہا۔

"مجھے کسی خزانے کا علم نہیں۔"

جوتشی نے چونک کر کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ سانپوں کو تو زمین کے اندر کا سارا حال معلوم ہوتا ہے۔"

ناگ بولا۔

"میں کسی خزانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

جوتشی کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"سینما ہاؤس کے شو میں تم نے ایک سانپ کو بلایا تھا جو شیشے کے جگ میں آگیا تھا۔ کیا تم کسی ایسے سانپ کو بلا سکتے ہو جس کو زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ ہو گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ بولا۔

"میں ایسا کر سکتا ہوں۔"

جوتشی بہت خوش ہوا۔

"تو پھر فوراً کسی خزانے کے سانپ کو بلاؤ اور اس سے خزانے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے بتاؤ۔"

ناگ نے اسی وقت سانپ کی آواز نکالی اور آس پاس کے کسی سانپ کو بلایا۔ جوتشی ذرا پیچھے ہٹ گیا اس نے ناگ کو خبردار کیا کہ وہ سانپ کو اپنے قابو میں رکھے۔ اگر سانپ نے اسے ڈسنے کی کوشش کی تو وہ ناگ کو وہیں اپنے عمل سے بھسم کر دے گا۔

ناگ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مٹیالے رنگ کا سانپ تہہ خانے میں داخل ہوا۔ ناگ نے اس سے اپنی زبان میں کچھ باتیں کیں۔ مٹیالا سانپ چلا گیا اس کے جاتے ہی جوتشی نے ناگ سے پوچھا۔

"کیا اس نے خزانے کا سراغ بتایا؟"

ناگ نے کہا

"ہاں ـــــ خزانہ اس قلعے کے کھنڈر سے

سے جنوب کی جانب صحرا میں ایک بھوری چٹان کے اندر کھوہ میں دفن ہے۔ یہی سانپ اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

جوتشی کی تو باچھیں کھل گئیں۔

فوراً تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے واپس اپنے مکان پر آ گیا۔ وہ اندھیرا ہونے کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

جب رات ہوئی اور چھوٹے پرانے شہر پر خاموشی اور اندھیرا چھا گیا تو جوتشی نے دو پھاوڑے اور بڑا تھیلا ساتھ لیا اور قلعے کے شکستہ کھنڈر کے تہہ خانے میں آ کر ناگ کو ساتھ لیا۔ اور جنوب میں واقع بھوری چٹان کے پاس آ گیا۔

اس نے چٹان پر پھاوڑا مار کر اس کی آواز سنی ایک جگہ سے اسے بڑی کھوکھلی آواز سنائی دی۔ خزانے کی کھوہ اسی جگہ تھی۔ اس نے ایک پھاوڑا خود اٹھایا۔ دوسرا ناگ کو دیا اور کہا۔

"یہاں چٹان کے نیچے زمین کھودنی شروع کر دو۔"

ناگ اور جوتشی پھاوڑا چلا کر زمین کھودنے لگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک گھنٹے کی سخت محنت کے بعد چٹان کے اندر کھود کا راستہ مل گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی سرنگ تھی جس کے اندر کمر جھکا کر جانا پڑتا تھا۔ جوتشی نے ناگ کو آگے چلنے کا حکم دیا۔ سرنگ میں اندھیرا اور نمی تھی۔ ہوا بے حد بوجھل تھی۔ چند قدم چلنے پر ایک جگہ پھنکار کی آواز آئی۔ جوتشی وہیں رک گیا۔ اب اسے اندھیرے میں چار فٹ کے فاصلے پر دیوار کے ساتھ جواہرات چمکتے نظر آنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ستاروں کا ڈھیر جگمگا رہا ہو۔ جوتشی خوشی سے ناچ اٹھا۔ اس خزانے کے ڈھیر پر وہی سانپ بیٹھا تھا۔ جوتشی نے ناگ کو حکم دیا کہ سانپ کو چلے جانے کا کہے۔

ناگ نے ایسا ہی کیا اور سانپ وہاں سے چلا گیا۔

جوتشی وائی رام نے ناگ کی مدد سے تھیلے میں جتنے جواہرات اور موتی اور سونے کے زیورات بھر سکتا تھا، بھر لیے اور تھیلا ناگ کے کاندھے پر رکھ کر باہر آ گیا۔ سرنگ کے دہانے کو پتھروں اور ریت سے ویسے ہی بند کیا اور واپس روانہ ہوا۔ ناگ کو بوسیدہ کھنڈر کے نیچے بند کیا اور خود انمول جواہرات سے بھرا

ہوا تھیلا لے کر اندھیرے میں چلتا اپنے مکان میں آ گیا۔

اس نے تھیلے کو چارپائی کے نیچے چھپا دیا۔ اور خود پلنگ پر لیٹ کر منصوبے بنانے لگا کہ اس خزانے سے وہ کراچی شہر میں ایک بہت بڑی بلڈنگ خریدے گا۔ اور ساری زندگی ٹھاٹھ باٹھ سے بسر کرے گا۔ پہلے اسے چارپائی پر پڑتے ہی نیند آ جایا کرتی تھی۔ اب خزانہ چارپائی کے نیچے چھپا تھا اور جوتشی کی نیند اڑ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے درد کرنے لگے تھے مگر نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔

دوسری طرف خزانے کا سانپ چٹان کے خفیہ بل میں سے نکل کر ناگ کی خوشبو لیتا سیدھا اس کے کھنڈر والے تہہ خانے میں پہنچا اور ناگ کے آگے سر جھکا کے بولا۔

”عظیم ناگ دیوتا! یہ خزانہ معلوم ہوتا ہے آپ کی مرضی کے بغیر وہاں سے لے جایا گیا ہے۔ کیا میرا اندازہ درست ہے؟“

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

”خزانہ میری مرضی سے نکالا گیا ہے۔“

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر سانپ کو بہت جلد شک ہو گیا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ اور ناگ دیوتا پر کسی نے جادو کر رکھا ہے سانپ نے ناگ کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ سات چکر لگانے کے بعد وہ ناگ کے بالکل سامنے آکر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی آنکھوں سے ستاروں کی طرح کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۲۵ "غیبی لاش" میں پڑھیں گے۔

M. Hanif Library & General Store
KAMONKI DISTT. GUJRANWALA

عنبر، ناگ، ماریا، کیٹی
خلاء میں

نمبر ۱۲۵ کی ایک جھلک

- شہر ویران سنسان ہو گیا
- لوگ قبروں میں جا کر رہنے لگے
- ایسا کیوں ہوا
- اس کا جواب غیبی لاش سلور جوبلی نمبر میں پڑھیئے

سسپنس آسیب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے سنسنی خیز واقعات، عنبر، ناگ، ماریا، کیٹی
اور تھیوسانگ کا ڈراؤنا ایڈونچر
جو ایک یادگار نمبر ہو گا

- صفحات: ۴۰۰ سے زائد • قیمت: ۲۴/ روپے

۲۵ اگست ۱۹۸۶ء کو اپنے قریبی بک سٹال سے خرید فرما دیں

نیا مکتبہ اقراء ۱۴۲ - بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

PDFBOOKSFREE.PK